بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

ذی قعدہ 1441 | جولائی 2020 | جلد:44۔ شمارہ:7

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور عظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	**THE ASHRAFIA MONTHLY** Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 30 روپے سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام ASHRAFIA MONTHLY بنوائیں	کوڈ نمبر 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149 الجامعۃ الاشرفیہ 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے دیگر بیرونی ممالک 25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532
اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	زرعی قوانین کی منظوری-کاشت کاروں کے لیے تباہی کا چیلنج	مبارک حسین مصباحی	3
	---انٹرویو---		
ملاقات	شیخ طریقت حضرت عزیز ملت کے احوال و کوائف	مفتی محمد نظام الدین مصباحی/محمود علی مشاہدی	6
	---فقہیات---		
آپ کے مسائل	لاک ڈاؤن اور کرفیو میں دروازہ بند کر کے جمعہ کی نماز	مفتی محمد نظام الدین رضوی	14
	---نظریات---		
فکر امروز	باغ فدک-ایک تجزیاتی مطالعہ	مولانا محمد عابد چشتی	16
	---اسلامیات---		
شعاعیں	گاؤں کے بدلتے اقدار-چند حقائق	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی	21
	---تعزیات---		
اظہارِ غم	مفتی محمد معراج القادری مصباحی/محبوب العلما حضرت شاہ محمد محبوب مینا علیہ الرحمۃ	علامہ عبد الحفیظ عزیزی	26
اظہارِ تعزیت	آہ! محبوب العلما والمشائخ	مفتی محمد نظام الدین رضوی	27
تعزیت نامہ	خطیب اسلام حضرت علامہ محمد حسین ابو الحقانی علیہ الرحمۃ	مولانا محمد عاقل رضوی	28
معراجِ وصال	آہ فقیہ العصر مفتی محمد معراج القادری علیہ الرحمۃ	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	29
پیغامِ تعزیت	استاذ العلما حضرت مولانا امام الدین رضوی کی رحلت	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی	31
	---شخصیات---		
انوار حیات	حضرت علامہ مفتی قطب الدین قادری علیہ الرحمۃ	مبارک حسین مصباحی	32
نقوشِ زندگی	معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمۃ	مبارک حسین مصباحی	37
یادِ رفتہ	نام ور فاضلِ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی معراج عالم مصباحی	مبارک حسین مصباحی	46
	---ادبیات---		
نقد و نظر	بندگی شیخ مصطفےٰ عثمانی احوال و آثار	تبصرہ نگار: مولانا محمد شہروز مصباحی	48
خیابانِ حرم	نعتیں	سید محمد نور الحسن نور نوابی/مہتاب پیامی	50
	---وفیات---		
سفرِ آخرت	آہ! اہلِ سنت کا افتخار بھی نہ رہا......سید صابر حسین شاہ بخاری قادری		51
	قاضی مولانا سید محمد ایوب اشرفی ہمدانی......مولانا محمد خالد ایوب مصباحی شیرانی		52
	حضرت مولانا محمد انیس کا وصال پر ملال......مبارک حسین مصباحی		55
	---سرگرمیاں---		
خیر و خبر	جامعہ اشرفیہ میں مفتی محمد معراج القادری کا فاتحہ چہلم اور محبوب العلماء کا تذکرہ/"ذکر حضور مفتی اعظم" انجمن ضیاے رضا رائے پور میں عرس مفتی اعظم ہند		56

اداریہ

زرعی قوانین کی منظوری
کاشت کاروں کے لیے تباہی کا پیغام

مبارک حسین مصباحی

چند ماہ سے ہمارا ملک ہندوستان کرونا کی زد میں ہے قریب ایک لاکھ افراد کی موت ہو چکی ہے۔ جبکہ ہند اس وقت پوری دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے اس وبا سے دنیا کے تمام ممالک کم یا زیادہ متاثر ہیں۔ ۳۰/ستمبر ۲۰۲۰ء کی رپورٹ ہے کہ امریکہ کی جان ہاپکنز یونیورسٹی کے سینٹر فار سائنس اینڈ انجینئرنگ (سی، ایس، ایس، ای) کی جانب سے جاری تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق کورونا سے اب تک دنیا بھر میں ۱۰/لاکھ ۵۵۵/افراد ہلاک ہو چکے ہیں جب کہ ۳/کرور ۳۲/لاکھ ۷۳/ہزار ۲۰/۷/افراد اس جان لیوا وبا کی زد میں آچکے ہیں۔ خیر یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عذاب ہے جو بلا تفریق مذہب و ملت عام ہے۔ دنیا میں جو میڈیکل سائنس اور دوا سازی وغیرہ میں بہت آگے ہیں وہ ممالک اس وبا سے زیادہ متاثر ہیں۔ الگ الگ حکومتوں نے اپنے اپنے طور پر اس وبا سے بچنے کے لیے تدابیر اختیار کی ہیں مگر یہ انسانی تجربات ہیں جو غلط بھی ہو جاتے ہیں وہی سب اس وبائے عام میں بھی دیکھنے کو ملا۔ ہاں! اس سلسلے میں جو اسلام کا نقطۂ نظر ہے اگر اس نبوی قانون پر عمل کیا جاتا تو ہمیں مکمل یقین ہے کہ انسان اور مسلمان بڑی حد تک اس سے محفوظ رہتے۔ اس سے متاثرین کے لیے علاحدہ علاحدہ نقطۂ نظر ہے جسے آپ حضرات نے مطالعہ کیا ہوگا اس سے پہلے کے مضامین میں ہم نے بھی تحریر کیا۔

بر وقت ہمیں عرض کرنا یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں کاشکار کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ کاشکاری کتنا مشکل کام ہے اسے حکومتیں بھی بڑی حد تک جانتی ہیں۔ کسانوں کے بے شمار مسائل ہیں زیادہ بارش ہوتی ہے تو دریاؤں میں پانی بڑھ جاتا ہے اور وہ فصلوں اور آبادیوں کا نقصان شروع کر دیتی ہیں۔ بارش کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو خشکی سے کسان اور انسان پریشان ہونے لگتا ہے۔ پانی ہر چیز کی ضرورت ہے انسان اور جانور پانی کے لیے تڑپنے لگتے ہیں۔ فصلیں سوکھنے لگتی ہیں۔ گنے کی فروختگی کے مسائل پیدا ہوتے رہتے اگر میل اور فیکٹریاں خرید بھی لیتی ہیں تو ان کا پیمنٹ ایک مستقل مسئلہ بنا رہتا ہے۔ غلوں کی فروختگی میں بھی مسائل کھڑے ہوتے رہتے ہیں مگر جگہ جگہ گورنمنٹ نے خریداری کے لیے سینٹر بنا رکھے ہیں اس لیے گونمنٹ ریٹ کے مطابق جو عام طور پر کم ہی ہوتا ہے بڑی حد تک غلہ فروخت ہو جاتا ہے۔ ڈیزل اور پیٹرول کی قیمتیں عام طور پر آسمان پر رہتی ہیں غریب کسان بے چارہ کیا کرے اپنے پاس رقم نہیں ہوتی ہے تو عام طور پر سود پر رقم لے کر کام چلاتا ہے۔ لائٹ کا جو حال ہے یہ ہم سے بہتر آپ جانتے ہیں۔ کسانوں کو گونمنٹ سے قرضے بھی ملتے ہیں عام طور پر وہ علم و تجربہ سے محروم ہوتے ہیں۔ معافی کے لیے انفرادی یا اجتماعی طور پر چلاتے اور احتجاج کرتے رہتے ہیں۔ رقوم جمع کرنے کے جب سخت آرڈر ہوتے ہیں تو کمزور کسان خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ہمارے ملک میں اس کی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں ہیں۔ یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے خودکشی کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے تو مسلمان بڑی حد تک اس سے اجتناب کرتے ہیں مگر پھر بھی ان میں ان پڑھ اور بے عمل مسلمانوں کی کمی نہیں جبکہ دوسرے افراد تو بڑی تیزی سے اس جرم کا ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح کسانوں کے ایک دو مسائل نہیں ہمیشہ کچھ نہ کچھ مسائل سے وہ دوچار رہتے ہیں۔

طے شدہ نئے قوانین پر صدر جمہوریہ کی تصدیق:

صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند نے پارلیمنٹ کے ذریعہ منظور تین زرعی بلوں کو منظوری دے دی ہے۔ راجیہ سبھا نے زرعی پیداوار راجیہ سبھا نے اتوار کو بھاری ہنگاموں کے درمیان زرعی پیداوار تجارت اور تجارت (فروغ اور سہولت) بل- ۲۰۲۰، کسانوں (امپاورمنٹ اینڈ پروٹکشن) پرائس انشورنس معاہدہ اور زرعی خدمات سے متعلق معاہدوں کا بل اور ضروری اشیا (ترمیمی) بل منظور کیا تھا۔ ان بلوں کو پہلے ہی لوک سبھا میں منظوری مل چکی ہے۔

پارلیمنٹ کے مانسون اجلاس میں پیش کئے گئے ان تین بلوں کو لے کر پورے ملک میں کسان احتجاجی مظاہرہ کر رہے ہیں، وہیں اپوزیشن

نے بھی ان بلوں کو پاس نہ کرنے سے متعلق صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند سے ملاقات بھی کی تھی۔
ان بلوں کی مخالفت این ڈی اے کے سب سے پرانے اتحادی شرومنی اکالی دل نے بھی مخالفت کی ہے اور اس نے خود کو این ڈی اے سے الگ کر لیا ہے۔ اس سے پہلے، ۱۷ستمبر سکھبیر سنگھ بادل کی اہلیہ اور شرومنی اکالی کی سینئر لیڈر ہرسمرت کور نے زرعی بلوں کی مخالفت میں کابینہ وزیر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ جبکہ اس بل کی مخالفت میں راجیہ سبھا کو ڈپٹی اسپیکر کے سامنے اراکین پارلیمنٹ نے سخت احتجاج کیا تھا۔ اس کے بعد ۸ اراکین پارلیمنٹ کو معطل کر دیا تھا۔

مخالفت کے باوجود صوتی رائے دہی سے بل منظور:

یہ ایک سچائی ہے کہ ان زرعی بلوں کی مخالفت لوک سبھا اور پارلیمنٹ میں آنے سے قبل ہی شروع ہو گئی تھی۔ لوک سبھا میں مرکزی حکومت کی اکثریت ہے اس لیے وہاں پاس کرا لینا آسان تھا، راجیہ سبھا میں قدرے مشکل تھا مگر وہاں بھی اپنی شاطرانہ چال صوتی رائے دہی سے منظور کرا لیا گیا۔ ہم یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ پارلیمنٹ کی مختصر رپورٹ پیش کرتے ہیں:
پارلیمنٹ کے جاری مانسون اجلاس میں لوک سبھا کے بعد اب راجیہ سبھا سے بھی زراعت سے متعلق بلوں کو پاس کرایا گیا، حالاں کہ اپوزیشن کی جانب سے لوک سبھا کی طرح راجیہ سبھا میں زبردست علم احتجاج بلند کیا گیا اور بلوں کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجنے کا مطالبہ کیا تاہم صوتی رائے دہی سے بلوں کو پاس کر دیا گیا۔ اس طرح بلوں کو پاس کرنے کے معاملہ میں اپوزیشن کی جانب سے راجیہ سبھا میں ڈپٹی چیئرمین کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک بھی پیش کی گئی، مخالفت کے باوجود کسانوں سے متعلق بلوں کو پاس کیے جانے پر اپوزیشن نے اس کو جمہوریت کا قتل قرار دیا اور یوم سیاہ سے تعبیر کیا۔ اپوزیشن کے لیڈران نے مودی حکومت کے خلاف نعرے بازی بھی کی اور نعرے بازی کرتے ہوئے ویل تک پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ چیئرمین کا مائک بھی توڑ دیا۔ حالاں کہ کورونا کے سبب احتیاط کی بات کہی گئی تھی تاہم ناراض اراکین پارلیمنٹ نے اس بات کا خیال نہیں رکھا اور وہ متصادم ہوتے ہوئے ویل تک پہنچ گئے۔ ٹی ایم سی کے لیڈر ڈریک اوبرائن نے کہا کہ جس طرح سے بل کو پاس کیا گیا ہے یہ جمہوریت کا قتل ہے۔ ایوان بالا میں اس وقت ہنگامہ برپا ہو گیا جب ڈپٹی چیئرمین ہرونش نے بلوں پر صوتی رائے دہی کے ساتھ ووٹنگ کے لیے کہا۔ اپوزیشن کا مطالبہ تھا کہ ان بلوں کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجا جائے اور اس کے لیے ڈویژن کرایا جائے لیکن مسٹر ہرونش نے یہ بات نہیں مانی۔ اس پر اپوزیشن کے اراکین چیئر تک پہنچ گئے، جس کے سبب مارشل کی کارروائی بھی کی گئی۔ اس دوران ناراض اراکین نے بلوں کے ٹکڑے کر کے ہوا میں اچھال دیے، اس کے ساتھ ہی اراکین نے اسپیکر کے سامنے لگے مائک کو بھی توڑ دیا۔ ہنگامہ کے سبب کچھ وقفہ کے لیے ایوان کی کارروائی کو روکنا پڑا، جب دوبارہ کارروائی شروع ہوئی تو پھر اپوزیشن کی جانب سے ہنگامہ کیا گیا علاوہ ازیں پرنسپل اپوزیشن کانگریس کے جنرل سکریٹری اور ترجمان رندیپ سنگھ سرجیوالا نے کہا کہ مودی حکومت نے طاقت کی بنیاد پر جو بل پاس کرائے ہیں کسان انھیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ اس سے بڑا یوم سیاہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری جانب ٹی ایم سی لیڈر ڈریک اوبرائن نے مودی حکومت کو دھوکا باز قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ اس حکومت نے پارلیمنٹ میں اصول توڑے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ راجیہ سبھا ٹی وی کی فیڈ کاٹ دی گئی تا کہ ملک کے لوگ نہ دیکھ سکیں حکومت کیا کر رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر جاری کیا۔ راجیہ سبھا میں کانگریس کے اپوزیشن لیڈر غلام نبی آزاد نے کہا کہ راجیہ سبھا کا وقت نہ بڑھایا جائے بلکہ وزیر زراعت اس پر کل جواب دیں کیوں کہ زیادہ تر اراکین پارلیمنٹ یہی چاہتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔

پارلیمنٹ کے دستور کی خلاف ورزی اور ملک گیر احتجاج:

اپوزیشن کا الزام ہے کہ بلوں کو پاس کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے دستور کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ مودی حکومت پر اپوزیشن کی جانب سے یہ الزام اس وقت عائد کیا جا رہا ہے کہ جب بلوں کے خلاف ملک گیر سطح پر کسانوں کی تحریک چل رہی ہے، پنجاب اور ہریانہ میں کسان اب بھی دھرنا دیے بیٹھے ہیں اور مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں کہ بلوں کو واپس لیا جائے۔ مخالفت میں ٹرینیں روکی گئیں اور ایک کسان نے زہر کھا لیا۔ حکومت سے اپوزیشن کی جانب سے بار بار کہا جا رہا ہے کہ ایوان کے دستور پر عمل کیا جائے اور اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ معلوم ہو کہ راجیہ سبھا دستور کے مطابق اصول ۳۷ کے مطابق چیئرمین ایوان کی کارروائی کی مدت کار میں تبدیلی اتفاق رائے سے ہی کر سکتے ہیں، جس کو "سنس آف دی ہاؤس" کہا جاتا ہے۔ جس

وقت زرعی بل پاس کیا گیا تو اس وقت ایک بج چکے تھے اور راجیہ سبھا کی کارروائی کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ اپوزیشن کا مطالبہ تھا کہ دوسرے دن کارروائی ہو جب کہ ان کے مطالبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ایوان کی کارروائی کی مدتِ کار میں چیئر مین نہیں بلکہ ڈپٹی چیئر مین تبدیلی کر دیتے ہیں اور بل کو پاس کرا دیتے ہیں۔ اپوزیشن کے لیڈران الزام عائد کر رہے ہیں کہ حکومت کی جانب سے من مانی کی گئی ہے اور دستور کو توڑا گیا ہے۔ اپوزیشن کی جانب سے دوسرا اعتراض یہ کیا جا رہا ہے کہ حکومت نے اصول ۲۵۲ (۴) کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ اس اصول کے تحت کسی بھی بل پر یا نوٹس پر ووٹنگ کرائے جانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ دستور کے مطابق چیئر مین کو اس مطالبہ کو ماننا چاہیے، یعنی اگر ووٹنگ کا مطالبہ ہے تو اس پر عمل کیا جائے۔ اپوزیشن کا تیسرا اعتراض بل کو سلیکٹ کمیٹی میں نہ بھیجنا ہے۔ اپوزیشن کا کہنا ہے کہ بل کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجا جائے یا نہیں اس پر ہم ووٹنگ چاہتے تھے اور اس کا نوٹس بھی دیا تھا لیکن اس کو بھی نہیں مانا گیا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں ایک پروسیجر ہوتا ہے جس کے تحت کارروائی چلتی ہے، بل پاس ہوتے ہیں۔ ڈپٹی چیئر مین نے کہا کہ لوگ اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھے، اس لیے ووٹنگ نہیں کرائی گئی، جب کہ رول یہ ہے کہ اگر ایک بھی شخص ڈویژن مانگتا ہے تو ڈویژن کرانا لازمی ہے۔ دو ممبر پارلیمنٹ مسلسل مطالبہ کر رہے تھے کہ ووٹنگ کرائی جائے لیکن نہیں کرائی گئی تو یہ دستور کی خلاف ورزی ہے۔ اپوزیشن نے کہا کہ مودی حکومت کو شاید لگتا ہے کہ ہمارے پاس اکثریت ہے تو رول پر عمل کریں یا نہ کریں کیا فرق پڑتا ہے، لیکن اس سے جمہوریت کو نقصان ہو رہا ہے، اپوزیشن کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا اور ہمارے خیال سے پھر تو پارلیمنٹ کی ہی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

این ڈی اے کی حامی پارٹیوں کو اپنی حمایت ختم کر دینا چاہیے:

تین زرعی بلوں کے خلاف ملک گیر تحریک جاری ہے۔ جاری تحریک کے دوران اہم اپوزیشن پارٹی کانگریس نے این ڈی اے میں شامل اور باہر سے حمایت کرنے والی سیاسی پارٹیوں سے اپیل کی کہ وہ بی جے پی کا ساتھ چھوڑ کر کسانوں کی تحریک کے ساتھ کھڑے ہو جائیں ورنہ کسان ان کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔

اے آئی سی سی کی جانب سے منعقدہ ورچول پریس کانفرنس سے ہریانہ کانگریس کی صدر کماری شیلجا اور پنجاب کانگریس کے صدر سنیل جاکھڑ نے خطاب کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں ان پارٹیوں سے اپیل کرتی ہوں کہ جو این ڈی اے حکومت کو باہر سے سپورٹ کرتی ہیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ بی جے پی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں۔ انھوں نے کہا کہ بی جے ڈی، ٹی آر ایس، وائی ایس آر سی پی جیسی پارٹیاں نہ جانے ہمیشہ بی جے پی حکومت کی باہر سے حمایت کیوں کرتی ہیں، انھوں نے کہا کہ جب کل کو طوفان آئے گا تو سوال این ڈی اے حکومت سے ہی ہوگا اور آپ بھی زد میں ہوں گے۔

کماری شیلجا نے کہا کہ اکالی دل نے این ڈی اے کا ساتھ چھوڑنے کا اعلان کیا ہے لیکن اور بھی تو پارٹیاں ہیں۔ جے ڈی یو کو بھی سوچنا چاہیے ایل جے پی کو بھی غور کرنا چاہیے، وہ بھی این ڈی اے کا حصہ ہیں۔ بہار کا کسان پہلے ہی مارا جا چکا ہے کیوں کہ وہاں ایسا قانون بنایا گیا تھا، ۲۰۰۶ء میں کنٹراک فارمنگ شروع ہوئی تھی تو کیا ہوا، بہار کے کسان مزدور بن کر رہ گئے۔

راہل گاندی مسلسل اس کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر پارلیمنٹ میں پاس کیے گئے بل قانون بن جاتے ہیں تو ملک کا کسان بندھوا مزدور ہو جائے گا۔ جو تجربہ بہار میں ناکام ہوا ہے وہ پورے ملک میں کیوں کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ اے ڈی ایم کے راجستھان میں راشٹریہ لوک تانترک پارٹی، ہریانہ میں جے جے پی وغیرہ ساتھ کیوں دے رہی ہیں؟ ہریانہ میں دشینت چوٹالا تو بی جے پی کو گالیاں دے رہے تھے لیکن جب حکومت بنانے کا وقت آیا تو بی جے پی کا ساتھ دے دیا اور حکومت میں بیٹھ گئے۔ آج ہریانہ کے ایک ایک کسان کی نظر ان پر ہے اور ان کو کسان معاف نہیں کرے گا۔

واضح رہے کہ اپوزیشن کی ۲۰/ سرگرم پارٹیاں اور تین سو کسان تنظیمیں شدید مخالفت کر رہی ہیں، گاندھی جینتی کے بعد بی جے پی کے ممبران پارلیمنٹ اور ارکان اسمبلی کا بائیکاٹ شروع ہو چکا ہے۔ مزدور مخالف قانون کی بھی سخت مذمت کی جا رہی ہے، ملک کے مختلف علاقوں میں زنا کاری اور قتل وغارت گری کے شرم ناک حادثات سامنے آ رہے ہیں، ان کی ہر طرف تھو تھو ہو رہی ہے۔

ہم نے یہ چند باتیں ملکی سیاست کے دور رس نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے نوٹ کی ہیں۔ اگر تمام اپوزیشن پارٹیاں کاشت کاروں کو ساتھ لے کر متحد ہو جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ نتائج بہت بہتر ہوں گے۔ ☆☆☆☆

شیخ طریقت، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

انٹرویو محمد عبد الحفیظ دام ظلہ العالی

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ترتیب وتبییض: محمود علی مشاہدی مصباحی

شیخ طریقت، جانشین حضور حافظ ملت، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ محمد عبد الحفیظ دامت برکاتہم القدسیہ سربراہ اعلیٰ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور، انڈیا چند دنوں کے لیے انگلینڈ کے تبلیغی دورے پر تشریف لائے۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ قریب سے مجھے حضرت کے شب وروز دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ ان یادگار لمحات سے قلب وجگر پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں تا حیات باقی رہیں گے۔ اور آپ کی شفقتیں، محبتیں بار بار یاد آئیں گی۔

حضرت کی تشریف آوری کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ آپ کی زندگی سے متعلق کچھ ضروری سوالات کر کے جواب حاصل کر لیا جائے تو بہتر ہوگا، چناں چہ میں نے اپنے دل کی بات حضرت کے سامنے رکھی۔

حضرت کی عنایت ہے کہ میرے عریضہ کو قبول فرمایا اور ہمیں اپنے قیمتی کلمات سے نوازا، میں نے دو نشستوں میں یہ تمام سوالات وقفہ وقفہ سے حضرت کے سامنے رکھے اور آپ نے ان سب کا جواب عنایت فرمایا۔ پہلی نشست الحاج شفیق بھائی بولٹن کے دولت خانہ پر تھی، اس وقت ہمارے ساتھ حضرت کے کلمات سننے کے لیے درج ذیل علمائے کرام تشریف فرما تھے:

۱- حضرت مولانا محمد ارشد مصباحی ۲- حضرت مولانا محمد محسن صاحب ۳- حضرت مولانا محمد خالد صاحب
۴- حضرت مولانا خیر الدین صاحب ۵- حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ۶- حضرت مولانا محمد شفیع صاحب
۷- حضرت مولانا حافظ محمد یونس صاحب بولٹن ۸- حضرت مولانا حافظ محمد حنیف صاحب

اور دوسری نشست حضرت مولانا حافظ محمد داؤد صاحب ڈیوزبری کے دولت خانہ پر ہوئی اس وقت وہاں درج ذیل علمائے کرام موجود تھے:

۱- حضرت مولانا مفتی شمس الہدیٰ مصباحی صاحب ۲- حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ۳- حضرت مولانا محمد خالد صاحب
۴- مولانا فیض الرحمٰن صاحب ۵- حافظ عبد الرحمٰن صاحب ۶- حافظ احمد سعید صاحب
۷، ۸- برادران حضرت مولانا محمد خالد، جناب حامد وزاہد صاحبان

میں نے اس پوری گفتگو کو حضرت کی اجازت سے ریکارڈ کر لیا تھا۔

اس کے بعد اپنے کرم فرما حضرت مولانا مفتی محمود علی مشاہدی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے گزارش کی کہ آپ اسے نقل کر کے، ترتیب وتبییض اور کمپوز وغیرہ کروا دیں جسے انھوں نے بطیب خاطر قبول کر لیا، اور آڈیو سن کر اسے نقل کیا، کمپوز کرایا اور اشاعت کے مرحلے تک پہنچایا اس کے لیے ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور مادر علمی جامعہ اشرفیہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد نظام الدین مصباحی
صدر المدرسین دار العلوم غوثیہ رضویہ بلیک برن انگلینڈ
۱/ رجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱/ مارچ ۲۰۲۰ء

عرض: حضرت! آپ کا اسم شریف والد گرامی نے کیا رکھا؟

ارشاد: میرا پورا نام "محمد عبد الحفیظ" ہے، والد گرامی، حضور حافظ ملت –رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ– نے پہلے میرا نام "محمد" رکھا اور پھر پکارنے کے لیے "عبد الحفیظ" تجویز فرمایا۔

عرض: بچپن میں والد گرامی سے آپ نے کتنی تعلیم حاصل کی؟

ارشاد: بچپن میں ہم لوگ پرائمری درجات میں تھے، والد

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

صاحب صدر المدرسین تھے، منتہی کتابیں آپ کے زیر درس رہتی تھیں، اور مدرسے کی تمام ذمہ داریاں آپ ہی سے متعلق تھیں، پرائمری درجات سے آپ کا تعلق نہیں تھا؟ اس لیے پرائمری کی تعلیم ہم نے ماسٹر صاحبان سے حاصل کی۔

عرض: "یسرنا القرآن" اور "عمّ پارہ" وغیرہ حضرت سے کچھ پڑھا ہوگا؟ یا حضرت نے اپنے شاگردوں کے ذمہ لگا دیا تھا؟

ارشاد: شاگردوں کے ذمہ لگا دیا تھا۔

عرض: اگر ان کا نام یاد ہو تو ارشاد فرمائیں؟

ارشاد: "یسرنا القرآن" کے بارے میں تو یاد نہیں، البتہ ترتیل کے ساتھ قرآن شریف حضرت مولانا حافظ نصیر الدین صاحب گیاوی اور مولانا شبیر احمد صاحب سلطان پوری سے پڑھا ہے، یہ حضرات بہت اچھے مشاق تھے۔

عرض: کتنے سال والد صاحب کے ساتھ بچپن میں اکٹھا رہے؟

ارشاد: ہمیشہ ساتھ ہی رہے۔

عرض: مطلب یہ ہے کہ آپ نے باہر بھی تعلیم حاصل کی ہے، تو اس سے پہلے آپ ساتھ رہتے تھے؟

ارشاد: مبارک پور میں ساتھ رہتے تھے۔ اصل میں ایک وجہ ہے، ہماری والدہ محترمہ کبھی بھوج پور رہتی تھیں اور کبھی مبارک پور، وجہ یہ تھی کہ والد صاحب کے چھوٹے بھائی حکیم عبد الغفور -رحمۃ اللہ تعالی علیہ- کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے آپ نے ہمارے چھوٹے بھائی عبد القادر عرف جیلانی کو متبنی بنا کر انھیں دے دیا تھا۔ ان کی محبت میں والدہ محترمہ کبھی وہاں (بھوج پور) رہتی تھیں اور کبھی یہاں (مبارک پور)۔ اسی درمیان ایک مرتبہ میری طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور حضرت چوں کہ مبارک پور میں تنہا تھے اور آپ کی مصروفیات بھی زیادہ تھیں، اس لیے میں والدہ کے پاس "بھوج پور" چلا گیا۔ میں نے "مبارک پور" میں پرائمری درجات کی تعلیم مکمل کر لی تھی اس لیے وہاں جونیر اسکول میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح عصری تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس دوران جب میں "مبارک پور" رہتا تو حضرت کچھ کتابیں پڑھاتے تھے، مدرسہ میں بھی تعلیم جاری تھی۔ بعد میں مبارک پور ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا۔ خالی اوقات میں والد گرامی حضور حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالی علیہ- پڑھاتے تھے۔

عرض: یعنی درس نظامی کی کتابیں؟

ارشاد: ہاں! درس نظامی کا سلسلہ برابر جاری رہا، چھٹی کے ایام میں اور دیگر خالی اوقات میں والد گرامی درس نظامی کی کتابوں کا درس دیتے تھے۔

عرض: یعنی دینی اور عصری دونوں تعلیم ساتھ ساتھ جاری رہی؟

ارشاد: ہاں! دونوں ساتھ ساتھ چلتے تھے، ہائی اسکول کرنے کے بعد میں نے "شبلی کالج" میں داخلہ لے لیا، کیوں کہ انٹر میڈیٹ کے لیے یہاں مبارک پور میں کوئی کالج نہیں تھا۔ میں "شبلی کالج" میں انٹر میڈیٹ کی تعلیم حاصل کرتا تھا اور وہاں سے ہفتہ میں ایک بار سنیچر کے روز گھر آتا تھا، اس درمیان میں بھی حضرت درس نظامی کی کتابوں کا درس دیتے اور کچھ ضروری اصطلاحات و مبادیات یاد کرنے کو فرماتے، ان کو ازبر کراتے، بنیادی مباحث سمجھاتے اور ان میں غور وفکر کرنے کا حکم دیتے، پھر میں نے "شبلی کالج" چھوڑنے کے بعد "علی گڑھ" کا رخ کیا، داخلے کے لیے جو عمر ہونی چاہیے وہ پوری نہیں ہو رہی تھی؛ اس لیے ایک سال وہاں داخلہ نہیں ہوا، اور اسی عصری تعلیم کو آگے بڑھانے کے لیے ایک سال "مراد آباد" رہ گیا۔ پھر "علی گڑھ" میں ایڈمشن ہو گیا۔

عرض: آپ نے "علی گڑھ" میں کتنے سال تعلیم حاصل کی؟

ارشاد: میں نے "علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی" میں پانچ سال تعلیم حاصل کی ہے۔

عرض: آپ نے وہاں سے کون سی ڈگری حاصل کی؟

ارشاد: میں نے وہاں "بی، ایس، سی انجینئرنگ" کا کورس کیا ہے۔

عرض: سنا ہے کہ آپ نے "ممبئی" میں بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے؟

ارشاد: میں نے "ممبئی" میں تعلیم حاصل نہیں کی، البتہ انجینئرنگ کرنے کے بعد ایک سال "ممبئی" میں رہا ضرور ہوں۔ چوں کہ والد ماجد -رحمۃ اللہ تعالی علیہ- کی خواہش تھی کہ میں دینی تعلیم حاصل کروں۔ ایک سال ادھر اُدھر آتا جاتا رہا پھر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ والد گرامی کی خواہش کے مطابق دینی تعلیم حاصل کرنا ہے اور پھر میں مبارک پور آ گیا، اور چھٹی جماعت میں داخلہ لے لیا اور مبارک پور رہ کر باضابطہ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کی تعلیم حاصل کی، فضیلت کا سال آیا تو والد گرامی کا وصال ہو گیا اور آپ ہمیشہ کے لیے ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گئے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

عرض: آپ نے کن اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل کی ہے؟

ارشاد: زیادہ تر والد گرامی حضور حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالی علیہ- سے ہی پڑھا ہے، اس کے علاوہ علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی -رحمۃ اللہ تعالی علیہ-

اور حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ سے بھی پڑھا ہے۔

عرض: ''تصریح'' بھی آپ نے پڑھی ہے ؟

ارشاد: ہاں! یہ کتاب اس وقت تحقیق میں پڑھائی جاتی تھی، اور ابتدا ہی سے مجھے حساب سے دل چسپی تھی؛ اسی وجہ سے انجینیرنگ میں داخلہ بھی لیا تھا۔ اگر گھر والوں کی مرضی اور خواہش کو دیکھتا تو مجھے میڈیکل میں جانا چاہیے تھا، ہمارے چچا حافظ عبد الغفور -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- ماہر حکیم تھے۔ ان کی یہی خواہش تھی کہ میں حکمت وطبابت کے میدان میں آؤں لیکن اس میں میری کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ میری دل چسپی انجینیرنگ میں تھی اس لیے میں نے یہ تعلیم حاصل کی۔ فضیلت کے سال اپنے جن احباب سے میں قریب رہتا تھا وہ تحقیق میں پڑھ رہے تھے اور انھیں ''تصریح'' بھی پڑھائی جاتی تھی، چوں کہ اس میں حساب اور فلکیات وغیرہ کا بیان ہے اور اس میں میری ذاتی دل چسپی تھی، اس دل چسپی کی وجہ سے ان کے ساتھ میں نے ''تصریح'' بھی پڑھ لی۔

عرض: حضور حافظ ملت کی شخصیت خاص طور سے علما کے لیے نمونہ تھی؛ اس لیے حضرت کے تعلق سے ایسی چیز ارشاد فرمائیں جس کو ہم اپنے لیے نمونہ بنالیں، اس پر چلیں اور کامیاب ہو جائیں۔

ارشاد: حضرت مولانا محمد نعمان خان صاحب کے والد جناب منیر احمد خان صاحب دیوگاؤں سے مبارک پور آتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ حافظ صاحب لوگ آپ سے علم تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن آپ کے چلنے کا، اور آپ کی طرح اپنی نگاہ پاک رکھنے کا طریقہ نہیں لے پاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: کہ ہم نے اپنے استاذ صدر الشریعہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کے انداز اور طریقے کو اپنانے کی کوشش کی ہے اور ہم انھیں کے طریقہ پر عمل کرتے اور کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہم ایک حد تک اس میں کامیاب ہیں۔

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جس نے بھی حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- سے تعلیم حاصل کی ہو، یا کسی طرح اسے آپ سے نسبت اور تعلق رہا ہو وہ حافظ ملت کے چلنے، پھرنے، بات کرنے کے انداز کو اختیار کرے تاکہ اس سے لوگ متاثر ہوں۔ ان کے چلنے کا طریقہ یہ تھا کہ گھر سے نکلتے تو سر جھکا کر چلتے تھے، اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے، کون آرہا ہے، کون جارہا ہے، عام طور پر آپ کی نظر اس پر نہیں ہوتی تھی۔ فرماتے کہ چلنے کا یہی سنت طریقہ ہے، یہی ہم نے اپنے استاذ صدر الشریعہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- سے سیکھا ہے۔

عرض: حضور حافظ ملت گھر والوں اور بچوں کے لیے کس طور پر وقت دیتے تھے حالاں کہ انھوں نے خود کو دین کے لیے وقف کر دیا تھا، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی دوران مطالعہ بچے آگئے تو کہتے ہیں کہ ''چلو بھاگو یہاں سے ''؟

ارشاد: نہیں، نہیں! ایسا نہیں تھا، حضرت بچوں سے شفقت ومحبت فرماتے تھے، انھیں اپنے پاس بیٹھاتے، ان کی شفقت کو ہم لوگ کہاں تک بیان کر سکتے ہیں۔ آخر تک آپ یکساں شفقت فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ جس وقت میں انجینیرنگ کے فورتھ ایئر میں تھا اور چھٹیوں میں ٹرینگ کے لیے ''ٹاٹا کمپنی'' میں سیلکٹ کیا گیا تھا، اور مجھے وہاں جانا تھا۔ ٹرین میں چالو ڈبا، سیکنڈ اور فرسٹ کلاس ہوتا تھا۔ حضرت نے مجھے تاکید فرمائی کہ سیکنڈ کلاس سے سفر کرنا تاکہ آرام سے سفر ہو جائے۔ اس طرح سے شفقت فرماتے تھے۔

عرض: حضرت کے وصال کے وقت آپ گھر ہی پر تھے ؟

ارشاد: میں اس وقت مبارک پور نہیں تھا، حضرت کے علاج کے سلسلے میں ''گھوسی'' حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد صاحب کے یہاں چلا گیا تھا، حضرت کا علاج ڈاکٹر شکیل احمد صاحب کر رہے تھے۔ اسی دن ''خلیل آباد'' حضرت کا پروگرام تھا، طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے حضرت وہاں نہ جاسکے اور ''خلیل آباد'' مجھے جانا تھا، میں نے سوچا کہ گھوسی ہی سے ''خلیل آباد'' چلا جاؤں گا، اس وقت حضرت مولانا عبد المنان کلیمی صاحب شمس العلوم ''گھوسی'' میں پڑھاتے تھے، چوں کہ ہم لوگ ''مبارک پور'' میں ایک ساتھ رہتے تھے، بے تکلفی تھی؛ اس لیے میں وہیں ٹھہر گیا۔ رات کو تقریباً ایک بجے ''مبارک پور'' سے کچھ لوگ ''گھوسی'' پہنچے اور کہا کہ گھر چلیے، فوراً میں وہاں سے ''مبارک پور'' آیا تو دیکھا کہ پورا قصبہ بے دار ہے، اور حضرت کا وصال پر ملال ہو چکا تھا۔

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

عرض: حضرت حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی تدفین مدرسے میں ہوئی تو کیا یہ حضرت کی خواہش تھی ؟

ارشاد: نہیں، نہیں! حضرت حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- نے تنہائی میں مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر لوگ راضی ہو جائیں تو ''جامع مسجد راجہ مبارک شاہ'' کے پاس دفن کر دینا۔ یہ علالت کے درمیان فرمایا تھا، پھر قصبہ کے لوگوں کی رائے ہوئی کہ مدرسے میں تدفین ہوگی۔

جامعہ اشرفیہ صرف ایک دار العلوم نہیں، بلکہ ایک دانش گاہ بھی ہے جس میں ہاسپٹل اور قبرستان بھی ہوتے ہیں اور جامعہ کی انتظامیہ

چندہ دینے والوں کی وکیلِ عام ہوتی ہے جسے جامعہ کے عام مفاد اور توابع میں چندہ اور اس سے خریدی ہوئی زمین کو استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے جامعہ کے کنارے ایک خالی زمین پر تدفین کا فیصلہ ہوا، اور اسی بنا پر اب مزار شریف سے متصل ایک کشادہ زمین کو جامعہ کے قبرستان کے لیے خاص کر لیا گیا ہے۔ پھر مزار شریف کی عمارت درس گاہِ حفظ کی مانند ہے جس میں شب و روز طلبہ حفظ قرآن میں مشغول رہتے ہیں ان سب کے باوجود ہم نے ایک خطیر رقم جامعہ میں جمع کر دی تاکہ اس کے بدلے کوئی مناسب زمین خریدی جا سکے۔

فتاوی رضویہ جلد ششم کی اشاعت کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں شرعی گنجائش کا ایک اور گوشہ بھی موجود ہے علاوہ ازیں تدفین کے وقت جامعہ کے اور جامعہ کے سوا ملک کے بھی بہت سے اَجلّۂ علما و فقہا موجود تھے اور بڑی تعداد میں اصحاب خیر بھی حاضر تھے سب کے سامنے بلا انکار نکیر تدفین کا یہ عمل پیش آیا، ہم تو انھی علما و فقہا کے متبع ہیں۔

عرض: پھر آپ سربراہ اعلی ہو گئے؟

ارشاد: میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور جیسی عظیم دینی درس گاہ کا سربراہ اعلی ہوں گا۔ میں نے "علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی" سے تعلیم حاصل کی تھی اور سوچا تھا کہ اسی سے اپنی معاشی ضروریات پوری کروں گا۔ اللہ تعالی کی مرضی ہوئی۔ والد گرامی حضور حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کے عرس چہلم کے موقع سے لوگوں نے مشورہ کیا کہ حضرت کی جگہ ان کے بیٹے کو جانشین منتخب کر لیا جائے، جب شوری کے ممبران نے منتخب کر لیا، اس کے بعد مجھے اس کی اطلاع دی گئی کہ میرا انتخاب ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بہت سے اختلافات سامنے آئے، کچھ احباب سے یہ سننے میں آیا کہ یہ عارضی طور پر جامعہ کے سربراہ اعلی بنائے گئے ہیں۔ اس وقت بھی میں نے صرف اتنا کہا کہ "ٹھیک ہے قوم جو فیصلہ کرے گی وہ مجھے منظور ہے۔" علامہ ارشد القادری -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- بہت پریشان تھے کہ حضرت نے کچھ وصیت نہیں کی ہے، دستور میں بھی کچھ ایسا نہیں تھا۔ دستور میں یہ تھا کہ: "سربراہ اعلی اپنی زندگی میں اگر کسی کو منتخب کر دیں تو ٹھیک ہے، لیکن اگر کسی کو منتخب نہیں کیا ہے تو اصول اور ضابطہ بنا کر لوگ جیسا چاہیں اس پر عمل کریں۔" ایک شق یہ بھی تھی کہ: "اگر ایسا نہیں کیا تو وہ علمائے کرام جن کی توجہ اور لگاؤ ادارے سے ہو، اور قصبہ و اطراف و جوانب کے ذی شعور عوام اہل سنت انتخاب کر سکتے ہیں"۔ اس کے بعد پھر مجلس شوری کی میٹنگ ہوئی اور حضور مجاہد ملت، مفتی اعظم کان پور مفتی رفاقت حسین اور علامہ ارشد القادری -رحمہم اللہ تعالی- اور بہت سے دوسرے جلیل القدر علمائے کرام جن کو حضرت نے مجلس شوری میں رکھا تھا، میٹنگ میں تشریف لائے، اور اس میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ پہلے روز کچھ حل نہ نکل سکا، البتہ مجلس شوری میں یہ بات متفقہ طور پر پاس ہو گئی کہ "مجلس کی جو بھی رائے ہو گی اسی پر عمل در آمد ہو گا"، میں اس میٹنگ میں شریک نہ تھا۔ اس سلسلے میں اعلان ہوا، اس اعلان کو سننے کے بعد پورا قصبہ پرانی عمارت میں جمع ہو گیا، اوپر، نیچے لوگ بھر گئے۔ مفتی اعظم کان پور، مفتی رفاقت حسین -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی صدارت میں مجلس منعقد ہوئی، اس میں یہ طے ہوا کہ پہلے مجھے عارضی طور پر ادارے کا سربراہ اعلی بنایا گیا تھا اور اب مستقل تقرر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا گیا اور ہمارے بزرگوں نے ہمارے کندھے پر یہ ذمہ داری رکھی۔ حضور مجاہد ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کھڑے ہوئے اور فرمایا: "مجھے جتنی بھی اجازت و خلافت حاصل ہے میں انھیں مکمل عطا کرتا ہوں۔" اور پھر سر پر عمامہ باندھا اور اکیس روپے عنایت فرمائے۔

عرض: اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

ارشاد: اس وقت میری عمر چونتیس، پینتیس سال رہی ہو گی۔

عرض: آپ کی پیدائش کب ہوئی؟

ارشاد: اگر پرائمری درجات کی مارکشیٹ دیکھیں گے جس میں ماسٹر صاحب نے اپنی مرضی سے تاریخ پیدائش لکھ دی تھی تو آپ کو یہ تاریخ ملے گی: ۲۵/ ۹/ ۱۹۴۸ء۔ چوں کہ سرٹیفکیٹ میں وہی عمر تھی؛ اس لیے ساری جگہ میں نے وہی لکھا، لیکن اصل تاریخ پیدائش ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء ہے۔

عرض: حضرت! آپ کو اس عہدے پر رہتے ہوئے تنخواہ ملتی تھی؟

ارشاد: جب عارضی تقرر ہوا تھا اس وقت بھی نہیں ملتی تھی اور مستقل تقرر ہونے کے بعد سے اب تک کوئی تنخواہ نہیں ملتی ہے۔ حالاں کہ ایک مرتبہ کمیٹی نے دینے کی کوشش کی تھی، لیکن میں نے منع کر دیا تھا، اس وقت حضرت علامہ ارشد القادری مبارک پور تشریف لائے تھے وہ بگڑ گئے، کہا کہ جاہلوں کے نذرانے لیتے ہو اور کمیٹی چاہتی ہے تو نہیں لیتے ہو۔ میں نے عرض کیا: سب کے سامنے کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ باہر تشریف لائیے۔ میں نے حضور حافظ ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی بات رکھی تو چپ ہو گئے۔ تنخواہ کے نام پر میں نے کبھی کچھ نہیں لیا، لیکن ان کی مہربانی ہے کہ رہنے کے لیے مکان دیا ہے، سہولتیں دی ہیں۔

عرض: علامہ ارشد القادری سے جو بات آپ نے بتائی تھی، بتا دیں؟

ارشاد: نہیں نہیں، ہر بات نہیں بتائی جاتی۔

عرض: حضرت! اگر مناسب ہو تو بتادیں تاکہ بعد والوں کے لیے نصیحت ہوجائے؟

ارشاد: حافظ ملت صدر مدرس تھے، اور اس عہدے کے بعد تنخواہ لینا چھوڑ دیا، تو کیا ان کے معاملات اچھے نہیں ہوئے۔ ان کے بچوں کا گزر بسر نہیں ہوا، بس اللہ پر توکل کیا، اسی پر ہم نے بھی عمل کیا، اللہ پر توکل کیا، ساری ضرورتیں پوری ہورہی ہیں۔

عرض: حضرت! آپ کتنے بھائی بہن ہیں؟

ارشاد: ایک میں اور دوسرے میرے چھوٹے بھائی جناب عبدالقادر عرف جیلانی اور تین بہنیں۔ اس وقت دو بہنیں موجود ہیں۔

عرض: آپ سب سے بڑے ہیں؟

ارشاد: نہیں دو بہنیں بڑی تھیں، ان کے بعد میں اور پھر مجھ سے چھوٹے میرے بھائی عبدالقادر جیلانی اور ان کے بعد ایک بہن۔

عرض: والدہ کے تعلق سے کچھ بیان فرمادیجیے؟

ارشاد: ہماری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھیں، پنج وقتہ نمازی تھیں، ہماری بہن نے کچھ سورتیں اور دعائیں یاد کرادی تھیں اسی میں وہ تہجد پڑھتی تھیں۔ میں اس عہدے پر آ گیا تو لوگوں نے کہا کہ حج کرلیا جائے، میں نے کہا کہ جب تک والدہ کو نہیں کرالوں گا میں نہیں جاؤں گا اور میرے اوپر ابھی فرض بھی نہیں ہے۔ بہر حال ۱۹۸۸ء میں والدہ کے ہمراہ حج کے لیے گیا۔ بہت کم زور تھیں۔ روانگی سے پہلے شارح بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حج کا احرام باندھنے کے بعد نفلی طواف کرکے سعی کرلیجیے گا تاکہ "طواف زیارت" کے وقت آسانی ہو اور سعی نہ کرنا پڑے؛ اسی کے پیش نظر احرام باندھنے کے بعد ہم نے عشا کی نماز ادا کی اور پھر والدہ کے ساتھ طواف اور سعی کے لیے گیا، بھیڑ بہت زیادہ تھی، مجھے طواف کے بعد سعی کرتے کرتے فجر کا وقت ہوگیا اور اس وقت والدہ کو سعی نہ کرا سکا۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ سے واپسی کے بعد جب "طواف زیارت" کے لیے گیا تو میں نے والدہ سے عرض کیا کہ آپ تھوڑی دیر رکیں میں طواف کرلوں پھر آپ کو طواف اور سعی کراؤں گا۔ میں طواف سے فارغ ہوا تو اس وقت مطاف اور مسعیٰ میں بھیڑ برائے نام تھی بلکہ یہ کہیے کہ بھیڑ تھی ہی نہیں، بہر حال مطاف اور مسعیٰ میں تھوڑا تھوڑا آرام کرکے سعی اور طواف کرایا۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ ویل چیر کے بغیر کام نہیں چلے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے والدہ محترمہ نے حج کے تمام ارکان بغیر ویل چیر کے ادا کیے اور اس کی ضرورت نہ پڑی۔ طواف کے وقت میں نے ان سے پوچھا پڑھتی کیا ہیں؟ تو کہا کہ درود شریف، میں سمجھتا ہوں کہ اسی کی برکت سے انھوں نے بغیر کسی سہارے کے طواف بھی کرلیا اور سعی بھی۔

عرض: والدہ ماجدہ کا مزار کہاں ہے؟

ارشاد: بھوج پور میں جہاں ہمارے دادا، اور چچا وغیرہ کی قبریں ہیں اسی قبرستان میں گھر کے افراد کے پائنتی ہماری والدہ محترمہ -رحمۃ اللہ تعالی علیہا- کا بھی مزار ہے۔ اللہ رب العزت ان سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

عرض: حضرت آپ بیعت کس سے ہیں؟

ارشاد: حضور مفتی اعظم ہند -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- سے، اس کا معاملہ سن لیجیے۔ حضور مفتی اعظم -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- "مبارک پور" تشریف لائے تھے، یہ واقعہ ۱۳۷۱ھ کا ہے، اس وقت سید حامد اشرف میاں وغیرہ کی جماعت تھی۔ وہ پڑھ رہے تھے۔ میں بھی وہیں بیٹھا تھا۔ لوگوں کی خواہش پر آپ نے شامل سلسلہ فرمانا شروع کیا، پوری جماعت نے رومال پکڑ لیا تو میں نے بھی پکڑ لیا، اس وقت میری عمر سات، آٹھ سال رہی ہوگی۔ اس طرح میں بھی آپ کے سلسلے میں شامل ہوگیا۔

عرض: اس کے بعد بھی مفتی اعظم ہند سے ملاقات ہوتی تھی؟

ارشاد: ہاں! ملاقات ہوتی تھی، میرے دل کا جھکاؤ ہمیشہ آپ ہی کی جانب رہا اور رہے گا۔

عرض: وہ آپ کو پہچانتے تھے کہ آپ کون ہیں؟

ارشاد: میں پہچانتا تھا کہ وہ میرے مرشد ہیں۔ اب وہ جانیں کہ پہچانتے تھے کہ نہیں، لیکن میرے مرشد تھے میں انھیں جانتا تھا۔

عرض: کن بزرگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی، حضور حافظ ملت کے علاوہ آپ کس سے زیادہ متاثر ہوئے۔

ارشاد: پیر سے زیادہ کس سے عقیدت ہوسکتی ہے؟ حضور مفتی اعظم ہند -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کے بعد حضور مجاہد ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- سے میں متاثر تھا۔

عرض: ان کے تعلق سے بھی کچھ ارشاد فرمائیں؟

ارشاد: ایک مرتبہ حضور مجاہد ملت -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- "مبارک پور" تشریف لائے تھے جب آپ جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت دعا کردیں۔ فرمایا: جن لوگوں کے لیے میں خصوصیت سے دعا کرتا ہوں ان میں سے ایک تم ہو۔ یہ ان کا کرم ہے، انھی بزرگوں کا فیض ہے، کام کر رہے ہیں۔

عرض: حضور محدث اعظم ہند -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کو آپ نے دیکھا ہے؟

ارشاد: جی زیارت بھی کی ہے، دست بوسی بھی کی ہے۔ وہ دستار بندی کے جلسہ میں ہر سال مبارک پور تشریف لاتے تھے، ہم ان کے استقبال کے لیے جاتے تھے۔

عرض: جب آپ جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ ہو گئے تو آپ نے تعلیمی اور دوسرے امور کو کس طرح سنبھالا؟

ارشاد: ہمارے یہاں دو مجلسیں ہیں۔ ایک مجلس انتظامیہ اور دوسری مجلس شوریٰ۔ مجلس شوریٰ پروگرام اور تجاویز پاس کر کے مجلس انتظامیہ کو دیتی ہے، اور مجلس انتظامیہ ان تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے جو مجلس شوریٰ میں پاس ہوتی ہیں، اور مجلس انتظامیہ ہی سال بھر ادارے کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اس طرح حضرت کے بعد جب مجھے موقع ملا تو انتظامیہ کے ساتھ مل کر، باہمی مشورے سے ہم کام کرتے رہے اور ادارے کے ترقی کی راہیں تلاش کرتے رہے۔ مجلس شوریٰ سے جو اصول و ضوابط ملتے اس پر ہم لوگ کام کرتے۔ مل جل کر کام کرنا بہتر ہے۔ اسی طریقے پر حضور حافظ ملت۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بھی کام کرتے تھے، انھیں کے طریقے اور انداز پر ہم بھی کام کر رہے ہیں۔

عرض: آپ نے دینی اور عصری دونوں تعلیم حاصل کی، اور پھر دین کے حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری آپ کے سر آئی، تو اس وقت دینی کتابوں کی طرف خصوصی توجہ دینی پڑی ہوگی۔ اس موقع سے آپ نے کن عناوین کو پسند فرمایا جن کا آپ نے مطالعہ کیا ہو؟

ارشاد: انتظام و انصرام کے سلسلے میں کتابوں کا مطالعہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوئی، وقت پر جس چیز کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، میں نے اسے کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے یہاں علمائے کرام اور مدرسین کی ایک بہت بڑی ٹیم ہے جو خود بھی دین کے احکام اور مسائل سے واقف ہیں اور دوسروں کو بھی دین کا شعور دیتے ہیں، ان کی ٹریننگ کرتے ہیں۔ جب کبھی ہمارے سامنے ایسے مسائل آتے ہیں تو ہم ان حضرات سے مشورہ کر کے اپنا معاملہ حل کر لیتے ہیں۔

عرض: آپ چوں کہ شیخ طریقت بھی ہیں تو مریدوں کو مسائل بتانے کے لیے آپ کن کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں؟

ارشاد: مسائل کی کتابیں ہمارے بزرگوں نے لکھ ہی دی ہیں، مثلاً "بہار شریعت" اور "قانون شریعت" وغیرہ۔ یہ کتابیں اردو زبان میں ہیں، روز مرہ پیش آنے والے مسائل آسانی سے اس میں مل بھی جاتے ہیں، زبان بھی گنجلک اور مشکل نہیں ہے کہ سمجھ میں نہ آئے، اسی کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کر دی جاتی ہے۔

البتہ آپ کے کہنے کے مطابق میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں اس منزل پر ہوں۔ بہر حال کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہم خود بھی اس پر عمل کریں اور اپنے احباب سے بھی اس پر عمل کرائیں۔

عرض: آپ طالب علمی کے زمانے سے ہی خطاب فرماتے ہیں، اس سلسلے میں آپ نے کون سا اندازِ خطاب اختیار فرمایا؟

ارشاد: میرا انداز خطاب آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود خطیب ہیں خوب سمجھتے ہیں۔ خطاب میں ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم سے جہاں تک ہو سکے اپنی قوم کی اصلاح کریں؛ اس لیے کہ قوم میں بے راہ روی اور کمیاں بہت زیادہ ہیں، ہم سے جتنا ہو سکتا ہے ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔

عرض: علمائے کرام کے درمیان شرعی مسائل میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان سب اختلافات سے دور رہتے ہیں بلکہ آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تمام علمائے اہل سنت کے ساتھ روابط رکھے جائیں تو جب ٹی وی وغیرہ کے اختلافات رونما ہوئے اس وقت آپ نے اپنے آپ کو دونوں گروہوں سے کس طرح مربوط رکھا؟

ارشاد: ہماری کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اس طرح سے گروہ بندی ہو ہی نہ، سب ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ اب اگر کوئی اسے اپنی ناک اور مونچھ کا مسئلہ بنا لے تو اس میں ہماری کیا ذمہ داری ہے۔ دین کے مسائل میں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اختلاف کوئی نئی چیز تو ہے نہیں بلکہ دور صحابہ سے چلا آرہا ہے، اگر اختلاف نہ ہوتا تو چار امام کیسے ہوتے، لیکن ان کے اندر خلوص تھا، للّٰہیت تھی یہی وجہ ہے کہ اختلاف کے باوجود سب ایک تھے، متحد تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اور آج کے ماحول میں تو کچھ کہا نہیں جاسکتا، سب کچھ آپ کے سامنے ہے، کہا جائے تو بھی وبال پیدا ہوگا، اس لیے اختلاف کی بات ہی نہ ہو تو بہتر ہے۔

ہمارا نظریہ، یہ ہے کہ اختلاف ہونا ہی نہیں چاہیے۔ آپس میں بیٹھ کر بات کر لیں۔ آج دنیا کے سارے مسائل ایک ٹیبل پر بیٹھ کر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ہم لوگ اپنے مسائل ایک جگہ بیٹھ کر حل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کرنا چاہیے۔ اور میں کبھی کسی اختلاف میں نہیں پڑا، سب سے ہمارے تعلقات رہے۔

ہمارے یہاں ہندوستان میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی شوشہ چھوٹتا رہتا ہے،

لیکن آپ مجھے کسی اختلاف میں شامل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ جب ہم سب ایک ہیں تو پھر دوری کیسی؟ اختلاف تو گھر میں بھی ہوتا ہے، آدمی کی رائے مختلف ہو سکتی ہے، اللہ تعالی نے اسے فطرت کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے، آپ کی سوچ کچھ ہے، ان کی سوچ کچھ ہے، اختلاف ہو گیا، لیکن اگر ہمارے اندر اللہ تعالی کا خوف اور اخلاص ہوگا تو ہم اپنے تمام اختلافی مسائل ایک ساتھ بیٹھ کر حل کر سکتے ہیں۔

عرض: "بریلی شریف" سے جامعہ اشرفیہ کا قدیم تعلق ہے لیکن ادھر چند سالوں میں کچھ لوگوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ حضور تاج الشریعہ سربراہ اعلی سے ناراض ہیں، اگر مناسب ہو تو آپ اس کی وضاحت فرمادیں؟

ارشاد: اگر اس بارے میں، میں کچھ کہوں گا تو جو لوگ یہ بات کہتے ہیں الگ ایک پہاڑ کھڑا کر دیں گے اور بات کا بتنگڑ بنائیں گے، اس لیے اس تعلق سے کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔

عرض: احسن طریقے سے اگر مناسب ہو تو کچھ ارشاد فرمائیں؟

ارشاد: میں تو نہیں سمجھتا کہ حضرت تاج الشریعہ ۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مجھ سے ناراض تھے، ہاں! آپ ہی کی طرح میں بھی سنتا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ ۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مجھ سے بہت ناراض ہیں، سنتے سنتے کان پک گئے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک محب سے کہا کہ اس مرتبہ مارہرہ شریف، بریلی شریف ہوتے ہوئے چلیں گے، وہاں حاضری دیں گے اور حضرت تاج الشریعہ سے ملاقات کریں گے، اگر حضرت واقعی ناراض ہوں گے تو ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ میں گیا، حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت کی شفقت، محبت اور لگاو اس قدر تھا جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت تاج الشریعہ مجھ سے بہت ناراض ہیں ان پر کیسا پاگل پن سوار ہے۔ وہاں وہ لوگ بھی تھے جن کے بارے میں اعلان پر اعلان ہوتا تھا کہ حضرت ان سے بہت محبت کرتے ہیں مگر ان سے زیادہ شفقت و محبت میں نے اپنے لیے محسوس کی۔

جب ملاقات ہوئی تو پوچھا: کب آئے، کیسے آئے، کوئی لینے کے لیے اسٹیشن گیا تھا یا نہیں؟ اب میں اسے ناراضگی سمجھوں یا محبت۔ آپ خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ اس تعلق سے ایک صاحب کا فون بھی آیا تھا، وہ پوچھ رہے تھے کہ حضرت تاج الشریعہ آپ سے ناراض کیوں ہیں، میں نے ان سے کہا کہ: میں تو حضرت سے ناراض نہیں ہوں؛ اس لیے مجھے کوئی وجہ بھی معلوم نہیں کہ میں آپ کو بتا سکوں، اگر حضرت ناراض ہیں تو حضرت سے پوچھو کہ حضرت آپ عبد الحفیظ سے کیوں ناراض ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ اس طرح کے حالات ہیں، جس کا جیسا مزاج ہوتا ہے وہ وہی کرتا ہے۔

عرض: جامعہ اشرفیہ جو آپ کی قیادت میں چل رہا ہے، کیا وہ آج بھی تمام اصول اور عقائد میں "مسلک اعلی حضرت" کا پابند ہے، یا اس میں کچھ کمی آئی ہے؟

ارشاد: اگر آپ کو کہیں کوئی کمی نظر آئی ہو تو اس کی نشان دہی فرمادیں تاکہ ہم اس کی اصلاح کر لیں۔ "مسلک اعلی حضرت" ہی جامعہ اشرفیہ کا منہج ہے۔ ہمارے یہاں کسی کو اس وقت دستار اور سند نہیں دی جاتی ہے جب تک وہ عہد واثق پر دست خط نہ کر دے۔ جامعہ اشرفیہ سے امام احمد رضا۔ قدس سرہٗ۔ کے فیضان کا چشمہ جاری ہے۔

عرض: اگر مناسب ہو تو آپ اپنے جن مدرسین سے زیادہ متاثر ہیں ان میں سے دو چار نام ارشاد فرمائیں؟

ارشاد: میں اپنے تمام مدرسین سے متاثر ہوں، ان کے کام سے مطمئن ہوں تو متاثر ہی ہوں۔ مجھے کام چاہیے اور وہ سب محنت کے ساتھ کام کر رہے ہیں، قوم کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں فلاں سے زیادہ محبت کرتا ہوں تو کیا دوسرے کو تکلیف نہیں ہوگی؟ ایسی صورت میں کیا میں ادارہ چلا سکوں گا، انتظام وانصرام کر سکوں گا؟۔

ہم اپنے تمام مدرسین کی عزت کرتے ہیں، اور انتخاب کے وقت ہی تمام چیزیں مثلا صلاحیت اور دین داری وغیرہ دیکھ لیتے ہیں۔ ہمارے یہاں ماشاء اللہ سب ٹھیک ہیں اور کام کر رہے ہیں۔

عرض: اب آگے آپ کا منصوبہ کیا ہے؟ کچھ بیان فرمادیں تاکہ قوم سمجھے اور تعاون بھی کرے۔

ارشاد: ہمارے منصوبے تو بہت ہیں۔ قوم کی جو بھی ضرورت ہے، ہم اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اب یہ قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ادارہ کی ضرورتوں کا خیال رکھے اور اس کی ضرورتیں پوری کرے۔ اس وقت ایک منصوبہ "مہمان خانہ" بنانے کا ہے۔ ہمارے پاس الگ سے کوئی مستقل "مہمان خانہ" نہیں ہے۔ آپ لوگ ہمارے یہاں تشریف لاتے ہیں تو ہم کوئی انتظام نہیں کر پاتے۔ اساتذہ کی رہائش کے لیے جو عمارت ہے اسی میں دو کوارٹر خالی رکھے ہیں، آنے

والے مہمان اسی میں ٹھہرتے ہیں۔ یہ ہماری بھی ضرورت ہے اور اس سے زیادہ قوم کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ اشرفیہ کی جو بھی ضرورت ہے وہ قوم کی ضرورت ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ لوگ توجہ نہیں دیتے ہیں، بہت سے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور ادارے کی ضروریات دیکھ کر انھیں پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کے کچھ احباب ہوں تو ملاقات کرائیں ہم ان کے سامنے اپنا منصوبہ رکھیں گے۔

عرض: حضرت آپ برطانیہ تشریف لائے، تقریبا دو ہفتے یہاں قیام کیا تو آپ نے یہاں کا دینی ماحول کیسا پایا؟

ارشاد: یہاں پر جو بھی دین کا ماحول ہے بہتر ہی ہے؛ کیوں کہ یہاں کا ماحول ہی ایسا ہے کہ کسی کو روکا نہیں جا سکتا ہے۔ بہر حال حالات اطمینان بخش ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ آپ حضرات علماے کرام سے جہاں تک ہو سکتا ہے دین کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں، انھیں سمجھاتے ہیں اور شرعی مسائل سے آگاہ کرتے ہیں۔ ہم کسی خوش فہمی میں نہیں رہتے، سو فی صد اصلاح تو ممکن ہی نہیں جتنے بھی لوگوں کی اصلاح ہو جائے بہتر ہے۔

عرض: اپنے انڈیا کے علماے کرام کو تعلیمی ادارہ بنانے کے لیے آپ کیا نصیحت فرمائیں گے ؟

ارشاد: دین کا ہر کام اخلاص اور للہیت سے کرنا چاہیے۔ ان دونوں چیزوں سے تمام علما کو ہمیشہ وابستہ رہنا چاہیے، اور قوم کی جو بھی ضرورت ہو جہاں تک ہو سکے مسائل شرعیہ کی روشنی میں اسے حل کرنے اور قوم کو سمجھانے کی کوشش کرنا چاہیے، تبدیلی لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپ کی محنت برباد نہیں ہوگی بلکہ آپ کو اس کا بہتر صلہ ملے گا۔ اگر آپ کے بتانے اور سمجھانے سے کوئی ٹھیک ہو گیا تو یہ اس کے لیے بھی بہتر ہوگا۔ اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ بزرگوں کے طریقہ پر رہیں، ان کی تعلیمات ہمیشہ سامنے رکھیں خود بھی اس پر عمل کریں اور دوسروں تک بھی اسے پہنچائیں۔ خلوص کے ساتھ کام کریں اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا۔

عرض: حضرت دنیا بھر میں مصباحی برادران موجود ہیں، مثلا امریکہ، افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ لیکن ہمارے بعض مصباحی برادران مادر علمی جامعہ اشرفیہ سے والہانہ تعلق رکھنے میں کمزوری دکھاتے ہیں، انھیں بھی کچھ پیغام دے دیں کہ وہ سالانہ مادر علمی کا کچھ خیال رکھیں تو اس سے بھی جامعہ کا معاملہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔

ارشاد: یہ بات تو انھیں خود سوچنی چاہیے، پیغام دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑنی چاہیے۔ وہ کسی گھر کے فرد ہیں اور گھر کے ہر فرد کو خود یہ سوچنا چاہیے کہ گھر کیسے چلے گا۔ گھر میں ماں باپ بھی ہوتے ہیں تو کیا اب ماں باپ کو اپنے بیٹے سے یہ کہنا پڑے گا کہ بیٹا کپڑا نہیں ہے کپڑا دے دو؟ نہیں بیٹے کو خود یہ سوچنا چاہیے کہ کپڑا، کھانا اور دوا وغیرہ ماں باپ کی ضرورت ہے یہ تمام چیزیں انھیں مل رہی ہیں کہ نہیں۔

بہر حال ہم یہی کہیں گے کہ ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ادارے کا خیال رکھے اور مادر علمی کا جو حق ہے اسے پورا کرے تاکہ جس طرح انھوں نے وہاں رہ کر دین کی تعلیم حاصل کی ہے دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور دین کی تعلیم حاصل کر سکیں، اور قوم و ملت کی دوسری ضرورتیں بھی پوری ہو سکیں۔ ادارے کے فارغین کو چاہیے کہ وہ جہاں بھی ہیں دین کی خدمت کریں اور ابناے اشرفیہ کی تنظیم بنائیں، تنظیم کی کارکردگی سے ادارے کو بھی آگاہ کریں تاکہ یہ بات ہمارے علم میں رہے کہ ادارے کے فارغین کہاں کہاں ہیں اور کیا خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عرض: حضرت مولانا داؤد صاحب فرما رہے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ کا فیضان صرف مصباحی علما پر نہیں بلکہ غیر مصباحی علما پر بھی اس کا فیضان جاری ہے؛ اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ جامعہ اشرفیہ کا خیال رکھے اور اس سے جتنا اور جس طرح بھی ہو سکے دست تعاون دراز رکھے۔

ارشاد: آپ نے صحیح فرمایا، دین کی خدمت کرنی ہے تو اس میں مصباحی اور غیر مصباحی کا فرق کیسا؟ سب اپنے ہیں اور سب کو ادارے کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ہر ادارے کا خیال رکھنا چاہیے خواہ وہ چھوٹا ادارہ ہو یا بڑا؛ کیوں کہ وہ بھی دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ دم توڑ دیں اور ہماری بے توجہی کی وجہ سے ان کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ وہ سب بھی ہمارے ہی ادارے ہیں۔

عرض: پیشگی معذرت کے ساتھ یہ عرض ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں: سربراہ اعلیٰ بعض بد عقیدہ لوگوں سے بھی روابط رکھتے ہیں۔ کیا اس میں کچھ صداقت ہے ؟

ارشاد: جھوٹ ہے، جھوٹ ہے، مولانا ایسا کہنے والے سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔ بد عقیدوں سے ہمارا کیا تعلق، میں تو یہ کہتا ہوں کہ بد عقیدوں سے بالکل الگ رہنا چاہیے۔ ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ حبِ رسول ہے یا نہیں، کیوں کہ یہی بنیاد ہے۔

☆ ☆ ☆

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

لاک ڈاؤن (LOCK DOWN) اور کرفیو (CURFEW) کی حالت میں دفع ضرر کے لیے مسجدوں کا دروازہ بند رکھ کر بھی جمعہ کی نماز ہو جائے گی

مفتی اشرفیہ **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

(یہ تحقیقی فتوی حضرت سراج الفقہا حفظہ اللہ نے لاک ڈاون کے ایام میں کورونا وائرس سے تحفظ کے لیے قانونی طور پر کسی مقام اور عبادت گاہوں میں پانچ سے زیادہ لوگوں کے جمع ہونے پر پابندی کی صورت میں سپرد قلم فرمایا تھا۔اس کے دلائل کی تشریح و توضیح سے متعلق ایک مبسوط تحریر گذشتہ شماروں میں ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔اب وہ تحقیقی فتوی ملاحظہ فرمائیں جس سے امت مسلمہ کے اضطرابات اور الجھنیں دور ہوئیں۔یہ فتوی ماہ مارچ میں مفتی اشرفیہ کے قلم زر نگار سے جاری ہو کر بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔۔۔۔۔۔ادارہ)

محققِ مسائلِ جدیدہ سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین موجودہ حالات میں کرونا وائرس جیسی مہلک بیماری سے بچنے کے لیے حکومت نے پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴/ نافذ کر دیا ہے جس کی وجہ سے ۵/ افراد ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، اسی بنیاد پر حکومت نے تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کو بند کرنے حکم جاری کر دیا ہے۔ ہماری مسجدوں میں بھی تالے لگ گئے ہیں اور انتظامیہ کی طرف سے حکم یہ ہے کہ صرف امام اور موذن اور ٹرسٹیان ہی مل کر نماز ادا کریں اور اگر زیادہ لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو امام اور ٹرسٹیان پر کیس کر دیا جائے گا۔اس سلسلے میں پولیس اس قدر سختی کر رہی کہ بعض علاقوں میں مسجدوں سے مصلیوں کو نکال نکال کر مارا گیا۔

انتظامیہ کی رف سے نافذ اس پابندی سے حقِ مسجد تو ادا ہو جاتا ہے اور جماعت پنج گانہ کے ذریعہ مسجدیں آباد بھی ہیں مگر جمعہ کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا ہے ۲۷/ مارچ ۲۰۲۰ء کا جمعہ بے شمار علاقوں معطل رہا، وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لیے اذن عام اور مسجد کا دروازہ کھلا رکھنا شرط ہے اور موجودہ حالات میں دروازہ کھولا نہیں جا سکتا ورنہ لوگ کثیر تعداد میں آ جائیں گے اور پھر وہی قانونی دشواری پیش آئے گی جس کا ذکر کیا گیا۔

لہٰذا اس صورتِ حال میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مجبوری کی صورت میں چند لوگ جو نماز پنج گانہ ادا کر رہے ہیں، وہی لوگ اگر دروازہ بند کر کے نمازِ جمعہ بھی ادا کریں تو اس کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

واضح رہے کہ دروازہ مسلمانوں کی طرف سے بند نہیں کیا گیا ہے، یہ تو حکومت کا دباؤ ہے اور وہ بھی ہماری حفاظت کے لیے ہے دوسری بات یہ ہے کہ اذنِ عام کی جو شرط فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے مثلاً درِ مختار، بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ وغیرہ یہ شرط کتب ظواہر الروایہ میں نقل نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ شرط کتبِ نوادر میں نقل کی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہدایہ جیسی مشہور کتاب میں اس شرط کا کوئی ذکر تک نہیں ہے اس لیے اس شرط کا موجودہ حالات میں لحاظ کیے بغیر جمعہ پڑھ لیا جائے تو کیا حرج ہے، کم سے کم جمعہ تو پوری دنیا میں معطل نہیں ہوگا جو شعارِ اسلام سے ہے اور مسجدیں تو ویران نہیں ہوں گی۔ اور پھر کرونا وائرس کی ستم گری کا یہ سلسلہ کتنا دراز ہوگا اور یہ پابندی کب تک عائد رہے گی اس کا بھی کچھ علم نہیں جس سے آنے والے کئی جمعے معطل ہو سکتے ہیں جو کہ حرجِ عظیم بھی ہے اور مسلمانوں کو گوارا بھی نہیں۔ لہٰذا امید ہے کہ جمعہ کی بحالی کے لیے جواز کی کوئی صورت پیش کی جائے گی۔بینوا توجروا

(الجواب)--------------------

جمعہ قائم کرنے والے کم از کم چار افراد ہوں، ایک امام تین مقتدی، اور ان کی طرف سے اذن عام ہو تو کرونا کرفیو کے موجودہ حالات میں نماز جمعہ صحیح ہے کیوں کہ اس وقت جو کرفیو جاری ہے وہ تمام انسانی برادری کو "کرونا وائرس" کے مضر اور مہلک اثرات سے بچانے کے لیے ہے، نماز اور جماعتِ نماز سے روکنے کے لیے نہیں، اس لیے اس کرفیو سے جمعہ کی ساتویں شرط "اذنِ عام" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"کرونا وائرس" کوناگاساکی کے ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک مانا

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

جارہا ہے اور یہ ایک سچائی ہے کہ اس وائرس نے جہاں اپنے قدم جما لیے ہیں وہاں روز سیکڑوں لوگ ہلاک ہورہے ہیں، جیسے اٹلی، ایران، امریکہ، چین میں ہزاروں لوگ ہلاک ہو چکے ہیں ۔ اس بیماری کی ابتدائی علامت زکام، سوکھی کھانسی، بخار ہے، لیکن جن لوگوں کی قوت مدافعت اچھی ہے ان میں یہ علامت ابتداءً ظاہر نہیں ہوتی، لوگ انھیں ٹھیک سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کے قریب ہونے سے ان کے وائرس (جراثیم) دوسروں کے بدن میں سرایت کر جاتے ہیں اور پھر واسطہ بواسطہ یہ وائرس منتقل ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کچھ دنوں بعد وہ حکومت کے کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں، پھر ہلاکتوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اس سے بچنے بچانے کی تدبیر "سماجی دوری" تجویز کی گئی ہے جس کے لیے "لاک ڈاؤن" اور "جنتا کرفیو" ضروری ہوا۔

لاک ڈاؤن کا اصل مقصود مطلقًا انسانی برادری کو ایک دوسرے کے قرب و اختلاط سے دور رکھنا ہے جو وائرس کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے اور پہنچنے کا سبب ہے، تو یہاں جمعہ اور جماعتِ نماز سے روکنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف کرونا وائرس اور اس کے مضر و مہلک اثرات سے دور رکھنا مقصود ہے۔

اور ایسی ممانعت سے جمعہ کے "اذن عام" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"اذنِ عام" کا مطلب ہے ہر نمازی کو مسجد میں آنے کی اجازت حالاں کہ عورتوں کو اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے اور موذی کو اندیشۂ ایذا کی وجہ سے مسجد آنے کی ممانعت ہے تو جیسے اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو اور اندیشۂ ایذا کی وجہ سے موذی کو ممانعت "اذنِ عام" پر اثر انداز نہیں اور جمعہ صحیح ہوتا ہے ویسے ہی وائرس کے اندیشہ و ضرر کی وجہ سے عام انسانی برادری کو قرب و اختلاط سے ممانعت بھی "اذنِ عام" پر اثر انداز نہ ہوگی اور جمعہ صحیح ہوگا۔

در مختار میں ہے: "لا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة لأن الإذن العام لاهله، وغلقه لمنع العدو لا المصلى نعم لو لم يغلق لكان أحسن كما في مجمع الأنهر معزيا لشرح عيون المذاهب." اھ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج:١، ص: ٦٠١، باب الجمعة)

ترجمہ: کسی دشمن کی وجہ سے یا قدیم تعامل کی وجہ سے قلعہ کا گیٹ بند کر دینا اذن عام میں مضر نہیں ہے اس لیے کہ اذنِ عام اہل شہر کے لیے ثابت ہے اور گیٹ بند کرنا دشمن کو روکنے کے لیے ہے، ہاں اگر گیٹ بند نہ کیا جائے تو اچھا ہوگا جیسا کہ مجمع الانہر میں شرح عیون المذاہب کے حوالے سے ہے۔

رد المحتار میں ہے:

"فلا يضر اغلاقه لمنع عدو أو لعادة لما مرّ". ط

دشمن کو روکنے کے لیے یا قدیم تعامل کی وجہ سے حاکم کا قلعہ کا گیٹ بند کرانا اذن عام میں خلل انداز نہیں۔ طحطاوی۔

(رد المحتار، ج:١، ص:٦٠١، باب الجمعة)

مختصر یہ کہ ممانعت کی بنیاد نماز و جماعت نماز ہو تو یہ اذنِ عام کے منافی ہوگی اور اگر اس کی بنیاد فتنے کا اندیشہ یا دشمن سے ضرر کا اندیشہ ہو تو وہ اذان عام کے منافی نہ ہوگی، البتہ جمعہ صحیح ہوگا۔

اور موجودہ حالات میں لاک ڈاؤن یا سماجی دوری کی بنیاد اندیشۂ ضرر ہے نماز و جماعتِ نماز نہیں ہے، لہٰذا اب مسجد بند ہونے کی صورت میں بھی نماز جمعہ صحیح و درست ہوگی، ہاں دروازہ کھلا رہے تو اچھا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ ظاہر الروایہ– جو اصل مذہب حنفی ہے۔ میں "اذن عام" کی شرط کا کوئی ذکر نہیں ہے، جیسا کہ بدائع الصنائع، بحر الرائق اور رد المحتار، باب الجمعہ میں اس کی صراحت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہدایہ جیسی عظیم الشان کتاب میں بھی اس کا ذکر نہ ہوا، مگر کہا جا سکتا ہے کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں ہے، کبھی کوئی بات دلیل کی روشنی میں مجتہد پر عیاں ہوتی ہے اس لیے وہ اس کے ذکر کی حاجت نہیں محسوس کرتے۔

خلاصہ یہ کہ:

(١)-شاسن و پرشاسن کی طرف سے پانچ لوگوں کو جمعہ اور جماعت مسجد میں قائم کرنے کی اجازت ہے تو مسلمان اس کا لحاظ کریں، خلاف ورزی کی صورت میں اپنی آبرو کو آنچ آسکتی ہے جیسا کہ کچھ جگہوں پر ہوا۔

مسلمان اسے سنجیدگی سے لیں، باقی لوگ اپنے اپنے گھروں میں جمعہ کے بدلے تنہا تنہا ظہر کی نماز ادا کریں۔ اور مسجد والے جمعہ کے وقت دروازہ ہلکا سا کھلا رکھیں۔

(٢)-اور اگر یہ محسوس کریں کہ دروازہ بند رکھنا چاہیے ورنہ دقت آسکتی ہے تو دفع ضرر کے مقصد سے دروازہ بند رکھ سکتے ہیں جیسا کہ دفعِ فتنہ و ضرر کے لیے بند رکھنے کی اجازت ہے جو فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتب ◆ شرح عیون المذاہب ◆ مجمع الانہر ◆ درِ مختار ◆ طحطاوی ◆ اور رد المحتار میں مذکور ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ ☆☆☆

باغِ فدک - ایک تجزیاتی مطالعہ

مولانا محمد عابد چشتی

اہل تشیع جن معاملات اور مسائل کو پیش کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ان پر اہل بیت سے بغض و حسد کا الزام لگا کر ان کی شان میں گستاخی اور یاوہ گوئی کا جواز فراہم کرتے ہیں ان میں ایک معاملہ "باغ فدک" کا بھی ہے جسے بنیاد بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تنفر کے جراثیم گھولنے کی بھرپور کوشش نہ صرف ماضی میں ہوتی رہی ہے بلکہ اسی شد و مد کے ساتھ اس نامبارک مہم کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، ہزار وضاحتوں اور اہل سنت کی جانب سے تحقیقی دلائل اور تاریخی شواہد کے باوجود اہل تشیع اور روافض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے غبار شخصیت کے دامن پر اہل بیت کے ساتھ زیادتی کا داغ لگانے پر تلے ہوئے ہیں جب کہ احادیث، تاریخ اور خود اہل تشیع کی معتبر کتابوں کا غیر جانب دارانہ اور معروضی مطالعہ جو نتائج ہمارے سامنے لاتا ہے وہ اہل تشیع کو اپنے موقف پر نظر ثانی کی نہ صرف دعوت فکر دیتا ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر انہیں اپنے مطمح نظر سے رجوع کرنے پر بھی مہمیز کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں مسلمہ حقائق کی روشنی میں "مسئلہ فدک" کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے اس امید پر کہ اگر تعصب کی عینک اتار کر ہماری گفتگو پر غور و فکر کیا جائے گا تو اس مسئلہ میں بہت کچھ نہ سہی تو نرمی کا گوشہ ضرور پیدا ہو گا۔

فدک کیا ہے؟ فدک خیبر کے قریب ایک گاؤں ہے جس میں کھجور کے باغات کثرت کے ساتھ موجود تھے، جب خیبر کی جنگ ہوئی اور اس جنگ کے نتائج مسلمانوں کے حق میں آنے کی خبر گردش کرنے لگی تو فدک کے رہنے والوں نے بغیر جنگ کے خود سپردگی کر دی اور اور اس طرح بغیر کسی جنگی مزاحمت کے فدک کے اموال مسلمانوں کے حصے میں آئے۔ یہاں اس پہلو کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اسلامی قوانین اور شریعت کی روشنی میں مال کو تین اقسام میں بانٹا گیا ہے:

ا۔ مال وراثت : یہ وہ مال ہے جو وراثت میں ملتا ہے جس پہ باپ کے مرنے پر اس کی اولاد باپ کے مال اور جائداد کی وارث ہوتی ہے۔

۲۔ مال غنیمت: وہ مال جو کفار کے ساتھ لڑائی کے بعد ہاتھ آئے اسے مال غنیمت کہتے ہیں، جو جنگ کے بعد اصول کے مطابق مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ مال فئی : کفار کا وہ مال جو بغیر ان سے جنگ کیے ہاتھ آئے اسے مال فئی کہتے ہیں۔

"فدک" کا شمار مال فئی میں ہوتا ہے اس لیے کہ باغ فدک خیبر کی جنگ کے دوران بغیر لڑائی کیے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور مال فئی کے سلسلہ میں قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق حکم یہ ہے کہ یہ مال کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اسے ہبہ کر کے کسی ایک کی ملکیت میں دیا جا سکتا ہے بلکہ یہ مال وقف کے حکم میں ہوتا ہے جس کی آمدنی مصالح المسلمین میں صرف کی جاتی ہے، مال فئی کے مصارف کیا ہیں اس کا ذکر خود قرآن کریم نے پوری وضاحت کے ساتھ کر دیا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

{ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ }

ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے جو مال فئی دلایا وہ اللہ و رسول کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صریح حکم قرآنی کے بموجب نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال فئی یعنی فدک کی آمدنی کو اپنی ذات کریمہ، ازواج مطہرات، اہل قرابت، مسکینوں، غریبوں اور اسلامی افواج کی ضروریات میں صرف فرمایا کرتے تھے، اور فدک کے سلسلہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو طریقۂ کار تھا خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اسی طریقۂ کار پر بلا کم و کاست کے عمل کیا گیا۔

اہل تشیع کا مقدمہ:

اہل تشیع باغ فدک کو لے کر دو قسم کے دعوے کرتے ہیں اور یہ

جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)

دونوں دعوے خود ان کے نظریاتی تضاد کی چغلی کھاتے ہیں۔ ایک الزام تو یہ لگاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات ہی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ باغ ہبہ کر دیا تھا مگر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے یہ باغ زبردستی چھین لیا اور غصب کر لیا۔ دوسرا دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ چوں کہ یہ باغ حضور نبی رحمت ﷺ کی ملکیت تھا اور حضرت فاطمہ ان کی وارث تھیں اس لیے حضور ﷺ کے بعد یہ باغ حضرت فاطمہ کو بطور وراثت ملنا چاہیے تھا جس کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا بھی تھا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باغ انہیں دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخری عمر تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض اور خفا رہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کریں پہلے مذکورہ دونوں دعووں کے اس تضاد کی طرف اشارہ کر دیں جو اہل تشیع کی عقل وفہم پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ بات درست مان لی جائے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی حیات ہی میں اس باغ کا مالک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنادیا تھا اور انہیں یہ باغ ہبہ کر دیا تھا تو پھر بطور وراثت حضرت ابوبکر سے اس باغ کے مطالبے کا کیا مطلب؟ اس لیے کہ فقہیات کا ادنی طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ جو مال ہبہ کر دیا جائے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وراثت میں آیا تھا جس کا مطالبہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو پھر اہل تشیع کو باغ فدک کے "ہبہ" کیے جانے والے دعوے سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ بہرحال دونوں دعووں کا یہ کھلا تضاد اہل تشیع کی بیجا کھینچ تان کو ظاہر کر رہا ہے۔ خیر اہل تشیع کے اس نظریاتی تضاد سے قطع نظر ہم فرداً فرداً ان دونوں دعووں پر گفتگو کریں گے تاکہ حقیقت حال مزید واضح ہو جائے:

کیا باغ فدک ہبہ کیا گیا تھا؟

باغ فدک کے سلسلے میں ہبہ کیے جانے کا دعویٰ نہ صرف اہل سنت کے نزدیک بے بنیاد اور تعصب پر مبنی ہے بلکہ اہل تشیع کی معتبر کتابیں بھی اس بات کی کھلی شہادت دیتی ہیں کہ باغ فدک کے ہبہ کیے جانے کی بات حقیقت سے پرے محض افسانہ ہے، چناں چہ مذکورہ حدیث پاک باغ فدک کے اس قضیہ کو بالکل صاف کر دیتی ہے:

عن المغيرة قال: ان عمر بن عبد العزيز جمع بني مروان حين استخلف فقال: ان رسول الله ﷺ كانت لهٗ فدك فكان ينفق منها و يعود منها علىٰ صغير بني هاشم و يزوج منها ايمهم وان فاطمة سالتهٗ ان يجعلها لها فابىٰ فكانت كذٰلك في حياة رسول الله ﷺ حتىٰ مضى لسبيلهٖ فلما ان ولىٰ ابو بكر عمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ في حياتهٖ حتىٰ مضى لسبيلهٖ فلما ان ولىٰ عمر بن الخطاب عمل فيها بمثل ما عملا حتىٰ مضى لسبيلهٖ ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزيز فرايت امرءً منعه رسول الله ﷺ فاطمة ليس بحق و اني اشهد كم اني رددتها علىٰ ما كانت يعني علىٰ عهد رسول الله ﷺ و ابي بكر وعمر (سنن ابو داؤد، كتاب الخراج و الامارة و الفئی، باب في صفايا رسول الله من الاموال، حديث ٢٩٧٢)

حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ جب آیا تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ: فدک رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جس کی آمدنی وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور بنی ہاشم کے بچوں کو پہنچاتے تھے اور اس سے بیواؤں کا نکاح کرتے تھے، **ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے سوال کیا کہ فدک ان ہی کے لیے مقرر کر دیں تو حضور نے انکار کر دیا تو ایسے ہی آپ کی زندگی بھر رہا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک میں وہی کیا جو حضور ﷺ نے کیا تھا یہاں تک کہ وہ بھی رحلت فرما گئے۔ پھر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا، یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا، پھر مروان نے اپنے دور میں فدک کو اپنی جاگیر میں لے لیا یہاں تک کہ وہ عمر بن عبد العزیز کی جاگیر بنا۔ میں نے دیکھا کہ جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں دیا اس میں میرا حق کیسے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی دستور پر واپس کر دیا جس دستور پہ کہ وہ پہلے تھا یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مبارک زمانے میں۔**

مذکورہ حدیث پاک میں باغ فدک کے تاریخی تسلسل اور

پورے معاملے کی حقیقت جتنی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے مجھے نہیں لگتا کہ اسے پڑھ لینے کے بعد اس معاملہ پر مزید کسی وضاحت اور جواب دہی کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ حدیث پاک صاف بتا رہی ہے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باغ فدک لینے کی درخواست بھی کی تو حضور نے صاف منع فرما دیا جس کی وجہ بالکل ظاہر تھی کہ فدک چوں کہ مال فئی میں آتا تھا اور مال فئی وقف کے زمرے میں آتا ہے جسے کسی کو ہبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

نہ صرف کتب اہل سنت بلکہ شیعہ مسلک و مذہب کی معتبر کتابوں میں بھی اس بات کا قابل اطمینان ثبوت مل جاتا ہے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کا برملا اعتراف فرماتی تھیں کہ باغ فدک نہ تو انہیں ہبہ کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے کوئی وصیت کی تھی، چناں چہ اہل تشیع کی مذہبی کتاب "نہج البلاغہ" کی شرح ابن حدید میں صراحت کے ساتھ تحریر ہے کہ:

"قال لها ابو بكر: لما طلبت فدك، بابي وامي انت الصادقة الامينة عندى ان كان رسول الله عهد اليك عهداً ووعدك وعداً صدقتك وسلمت اليك فقالت لم يعهد الىّ فى ذلك "(بحوالہ باغ فدک اور حدیث قرطاس ص: ۱۰ از مفتی جلال الدین احمد امجدی)

ترجمہ: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ: میرے ماں باپ آپ پر فدا! آپ میرے نزدیک صادقہ اور امینہ ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے فدک کی وصیت کی ہو یا وعدہ کیا ہو تو میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور فدک آپ کے حوالے کیے دیتا ہوں، تو سیدہ کائنات نے فرمایا کہ: " فدک کے معاملے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لیے کوئی وصیت نہیں فرمائی "۔

یعنی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اس بات کو مانتی تھیں کہ باغ فدک انہیں ہبہ نہیں کیا گیا تھا اب اتنی صریح روایت کے باوجود پتہ نہیں وہ کون سا جذبۂ دروں ہے جو اہل تشیع کو اپنی ہی کتابوں کو بالائے طاق رکھ کر بے بنیاد جھوٹ گڑھنے پر مجبور کیے ہوئے ہے۔

یہ بات تو یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تھا مگر یہ بات بالکل درست نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر نے بغض و حسد کی بنیاد پر فدک دینے سے انکار کر دیا تھا، انکار کی وجوہات کیا تھیں اس پر تفصیلی گفتگو تو ہم آئندہ سطور میں کریں گے سر دست ہم ایک شیعی روایت پیش کرنا چاہتے ہیں جس کی ہر ہر سطر سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہل بیت کرام اور خصوصاً حضرت سیدۂ کائنات کے تئیں عقیدت و محبت کے جذبات اور زیر بحث معاملہ مین ان کا نظریہ صاف معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چناں چہ شیعہ عالم ملا مجلسی نے لکھا ہے کہ جب سیدۂ کائنات نے فدک کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" اموال واحوال خود را از تو مضائقہ نمی کنم، آں چہ خواہی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی و شجر طیبہ از برائے فرزندان خود، انکار فضل تو کسے نمی گردد و حکم تو نافذ است در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمی توانم کرد" (حق الیقین ص:۲۳۱، بحوالہ باغ فدک اور حدیث قرطاس کی تحقیق ص:۲۴، از مولانا ظفر القادری بکھروی)

ترجمہ: میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ جو کچھ چاہیں بلا تامل لے سکتی ہیں آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لیے شجر طیبہ ہیں۔ آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مال پر نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد محترم کے فرمان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

مذکورہ روایات ان تمام لوگوں کے ذہنوں میں پل رہے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ کر دیا گیا تھا جسے بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصب کر لیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اب ہم روافض کے دوسرے دعوے کا جائزہ لیتے ہیں یعنی یہ کہ سیدۂ کائنات باغ فدک کی وارث تھیں اس لیے کہ اولاد اپنے والد کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں علمائے اہل سنت کی جانب سے دو طریقے سے جوابات دیے گئے ہیں پہلا جواب تو ضمناً گذشتہ سطور میں گزر چکا کہ باغ فدک کا شمار مال فئی میں ہوتا ہے اور مال فئی وقف کے حکم میں ہوتا ہے جس کی آمدنی کو مصالح المسلمین میں صرف تو کیا جاسکتا ہے مگر اس مال کا نہ کسی کو مالک بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ مال کسی کی ملکیت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیدۂ کائنات کے مطالبے کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دینے سے انکار فرما دیا تھا

جب کہ حضور نبی رحمت ﷺ ہمہ وقت اپنی بیٹی کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔

دوسرا جواب تحریر کرنے سے پہلے وہ طویل حدیث ملاحظہ کر لیں جس میں سیدۂ کائنات کی ذریعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کے مطالبے کا ذکر اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حدیث رسول کی روشنی میں باغ کو ملکیت میں سونپنے سے انکار کا تفصیلی ذکر ہے، اس حدیث کو پیش کر کے مخالفین یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ سیدۂ کائنات آخری وقت تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض رہیں اور ان سے قطع تعلق رکھا۔ حدیث پاک درج ذیل ہے:

"ان فاطمة عليها السلام ابنة رسول الله ﷺ سالت ابا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله ﷺ ان يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله ﷺ مما افاء الله عليه فقال لها ابو بكر ان رسول الله ﷺ قال : لا نورث ما تركنا صدقة". فغضبت فاطمة بنت رسول الله ﷺ فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتیٰ توفيت.(بخاری شریف ، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس حدیث ۳۰۹۲)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی میراث کے بارے میں دریافت کیا جو اللہ تعالیٰ نے بطور فئ دی تھی تو انہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ اس پر رسول خدا کی بیٹی سلام اللہ علیہا غصہ میں آگئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کر لی اور قطع کلامی ان کی وفات تک رہی۔

اس حدیث پاک کو اہل تشیع اپنے معاندانہ نظریات کی تشہیر اور سادہ لوح عوام کے اندر بد عقیدگی پیدا کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں حالاں کہ یہی حدیث پاک اس بات کا صاف جواب دے رہی ہے کہ اگر سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے مال میں وراثت جاری کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس میں آپ کے گمان میں باغ فدک بھی شامل تھا تو ان کا یہ مطالبہ اس لیے تھا کہ ان تک یہ حدیث پاک نہیں پہنچی تھی کہ انبیائے کرام کے مالوں میں وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ان کا مال امت کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہہ کر سیدۂ کائنات کے روبرو سرکار دو عالم ﷺ کی حدیث پاک رکھ دی اور بتا دیا کہ بالفرض اگر باغ فدک کو حضور کی ملکیت میں تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ان کے مال میں وراثت کو جاری نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ فرمان آقا کے ہوتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری جائداد تو پیش کر دی کہ سیدۂ کائنات اپنی ضرورت کے مطابق جتنی چاہیں اس میں سے لے لیں مگر باغ فدک بطور وراثت دینے سے منع فرما دیا۔

حدیث پاک "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھی جس کے چلتے انہوں نے ترکۂ رسول میں میراث تقسیم کرنے سے منع فرما دیا تھا، اس کے علاوہ اور کوئی دوسری وجہ نہیں تھی مگر برا ہو تعصب و عداوت کا اتنی سادہ سی بات کو خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر پیش کر کے ماحول کو پراگندہ کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے۔

رہی بات سیدۂ کائنات کی ناراضگی تو حدیث پاک کے الفاظ ہی صاف صاف بتا رہے ہیں کہ یہ راوی کا اپنا گمان اور خیال ہے ورنہ حدیث رسول کے بالمقابل حضرت سیدۂ کائنات کا ناراض ہو جانا کسی جہت سے قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا اور نہ ان کی مقدس، خدا ترس اور پاک ذات کے متعلق ایسا گمان کیا جا سکتا کہ وہ فرمان رسول سنانے کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گی۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ بشری فطرت کے چلتے ان کی طرف سے کچھ ناراضگی ظاہر بھی ہوئی تھی تو جہاں حدیث پاک میں ان کی ناراضگی کا ذکر ہے وہیں دیگر احادیث پوری صراحت کے ساتھ یہ بھی بتاتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدۂ کائنات کو راضی فرما لیا تھا چناں چہ عمدۃ القاری میں ہے:

" لما مرضت فاطمة رضى الله عنها اتاها ابو بكر الصديق رضى الله عنه فاستاذن عليها فقا على رضى الله عنه يا فاطمة ! هذا ابو بكر يستاذن عليك فقالت : ت تحب ان آذن لهٔ ؟ قال : نعم ، فاذنت لهٔ ، فدخل عليها يترضاها و قال: و الله ما تركت الدار و الما ل و الاهل و العشيرة الا لابتغاء مرضاة الله و مرضاة رسولهٖ و مرضاتكم اهل البيت ، ثم ترضاها حتیٰ رضيت "(بحواله باغ فدك اور حديث قرطاس كى تحقيق ص: ۲۱ ، از مولانا ظفر القادرى بكهروى)

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوگئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے اور ان سے اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ! یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اجازت دے دوں؟ فرمایا: ہاں!، تب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی، آپ انہیں راضی کرنے کے لیے اندر تشریف لائے اور فرمایا: "خدا کی قسم میں نے گھربار، مال، اہل و عیال، سب کو خدا و رسول اور اے اہل بیت آپ کی خوشنودی کے لیے ہی چھوڑا۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی کیا اور وہ راضی ہوگئیں۔

اہل تشیع کی دیانتداری کا اندازہ پیش کردہ حدیث پاک کی روشنی میں بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اس بات کی تشہیر تو پانی پی پی کر کرتے ہیں کہ باغ فدک کو لے کر سیدۂ کائنات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہوگئی تھیں مگر اس پہلو کو کمال چالاکی سے پوشیدہ رکھتے ہیں کہ بعد میں سیدۂ کائنات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہوگئی تھیں اس لیے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ روایت ان کے باطل افکار و نظریات کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہوگیا جیسے کوئی خارجی حضرت علی کی شان گھٹانے کے لیے ان روایات کی تشہیر کرنے لگیں جن میں سیدۂ کائنات اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان فطرت بشری کے تحت کچھ ان بن ہو جانے کا تذکرہ ہے اور بعد میں معاملہ بحال ہو جانا نہ بتائیں ظاہر سی بات کہ اس تعصب کا اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں دعا کی جائے کہ خدائے تعالیٰ انہیں اعتراف حقیقت کی توفیق عطا فرمادے۔

حضرت علی اور باغ فدک:

اہل تشیع جس طرح ان روایات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح وہ اس پہلو پر بھی بات کرنے سے کتراتے ہیں کہ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق غصب کر کے انہیں باغ فدک دینے سے انکار کر دیا تھا جو کہ ان کا وراثتی حق تھا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال فرما جانے کے بعد دیگر خلفائے راشدین کے عہد میں اس باغ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ جس میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جبکہ تمام تر مذہبی اور اسلامی معاملات کے تصفیہ کا انہیں پورا اختیار تھا اس وقت کیا باغ فدک کو ان کے مستحقین و وارثین میں تقسیم کیا گیا؟؟ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں باغ فدک کے ساتھ "منصفانہ فیصلہ" کیا؟ آپ کو حیرت ہوگی یہ جان کر کہ خود رافضیوں کی معتبر کتابیں بتاتی ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مسند آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے باغ فدک کو اسی حال پر رکھا جس حال پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھا تھا، چناں چہ شرح نہج البلاغہ ابن حدید میں ہے:

"فلما وصل الامر الیٰ علی ابن ابی طالب کلم فی رد فدك فقال : انی لاستحی من الله ان ارد شیئا منع منه ابو بكر و امضاه عمر" (٤/٩٤، مطبوعه بیروت بحواله سابق ص: ۲۷)

ترجمہ: جب زمام خلافت حضرت علی کے ہاتھ آئی اور لوگوں نے ان سے فدک واپس کیے جانے کے سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ: بیشک مجھے خدا سے حیا آتی ہے کہ میں وہ چیز لوٹاؤں جس سے کہ ابوبکر نے منع فرمایا اور عمر نے ان کے فیصلے کو نافذ رکھا۔

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ الزام درست مان لیا جائے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے حق وراثت سے محروم رکھا اور ان کا مال غصب کیا تو پھر یہ سوال حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر بھی قائم رہے گا کہ وہ اس جرم میں برابر کے شریک رہے اور اپنے عہد خلافت میں تمام تر اختیارات کے باوجود اہل حق کو ان کے حقوق کی بازیابی سے محروم رکھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظالمانہ فیصلہ کو برقرار رکھا؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ من هذا القول)

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

یہاں پہنچ کر ہم ایک روایت اور مندرج کرنا چاہیں گے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت کرام کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر کچھ لوگ روز اول سے کشیدگی پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں جس کا علم خود حضرات اہل بیت کو بھی تھا اور اہل بیت کی جانب سے ہمیشہ اس بات کی تردید کی جاتی رہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ان کے حقوق پامال کیے گئے یا ان پر ذرہ برابر ظلم کیا گیا مگر افسوس کے عہد تابعین ہی سے فسادی ذہنوں کے بطن سے پیدا ہونے والے ان گمراہ کن نظریات کا تسلسل آج بھی جاری ہے۔ شرح نہج البلاغہ ابن حدید میں ہے: (باقی ص:30 پر)

گاؤں کے بدلتے اقدار

چند حقائق

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

کوڈ- ۱۹ کی تباہیوں کے سبب نظام زندگی مفلوج ہے، تقریبا چار مہینے سے معمولاتِ شب و روز درہم برہم ہیں، پوری دنیا اور زندگی کے تمام شعبے اس وبا سے متاثر ہیں، منبر و محراب سے صدائے حق لگانے پر پابندی ہے، شاہراہیں بھی سونی ہیں، مساجد کی رونقیں کئی مہینے گزرنے کے بعد بھی بحال نہیں ہو سکی ہیں، مدارس اسلامیہ تعطل کے شکار ہیں، نیا تعلیمی سال بھی شروع نہیں ہو سکا ہے، حال اور مستقبل دونوں تاریک ہیں، ہر سال بے پناہ مسرتوں کا پیغام لے کر آنے والا رمضان کا مقدس مہینہ بھی بڑے کرب و اضطراب میں گزرا، حکومتی گائڈلائن کی وجہ سے تراویح اور دیگر نمازوں کا اہتمام اس شان و شوکت اور جوش و ولولے کے ساتھ نہیں ہو سکا جس طرح ہر سال ہوا کرتا تھا، عید الفطر کا تہوار بھی دل پر پتھر رکھ کر منایا گیا۔ چند مہینوں کے اندر دنیا اس قدر بدل جائے گی، حالات اس قدر غیر یقینی ہو جائیں گے، انسانی زندگی میں اس طرح انقلاب برپا ہو جائے گا، جینے کے طریقے اس طرح بدل جائیں گے، لوگوں کے فکر و نظر کا زاویہ اس طرح تبدیل ہو جائے گا، شاید کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا۔ در اصل یہ قدرت کے مظاہر ہیں، جو ہمیں انسان کی بے بسی اور قادر مطلق کی لازوال اور بے مثال قدرت کا نمونہ دکھاتے ہیں، اور اس بات سے باخبر کرتے ہیں کہ انسان چاہے جس قدر ترقی کر لے، تسخیر کائنات کے جتنے بھی دعوے کر لے، ہواؤں کی دوش پر جتنا چاہے پرواز کر لے، قدرت کی ایک ادنیٰ سی مار جھیلنے کی اس کے اندر سکت نہیں ہے، قدرت کی بے آواز لاٹھی کا ایک ہلکا سا ضرب بھی انہیں تہ و بالا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ حالات اہل دانش کے لیے غور و فکر کا موضوع اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

آج ہم لاک ڈاؤن کے کے کچھ محسوسات اور اپنے سماج و معاشرے کے گہرے مطالعہ کے چند نکات آپ تک پہنچانے کی کوشش کریں گے، جس میں نہ تو کوئی ملمع سازی ہے اور نہ الفاظ و بیان کی جادوگری، بس گرد و پیش کے حالات کا ایک نامکمل جائزہ ہے، جو شاید ہمیں بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔

کرونا وائرس کے بڑھتے خطرات کے پیش نظر مرکزی حکومت کی جانب سے پورے ملک میں ۲۵/ مارچ ۲۰۲۰ء سے لاک ڈاؤن نافذ کیا گیا، جو بدلتی شکلوں کے ساتھ اب بھی نافذ ہے، لاک ڈاؤن کی گائڈلائن کے مطابق بے وجہ باہر نکلنے کی سخت ممانعت تھی، اکثر لوگوں نے اپنے گھر اور محلوں میں ہی لاک ڈاؤن کے ایام گزارے، ہم نے بھی لاک ڈاؤن کے ڈھائی مہینے اپنے آبائی وطن میں گزارنے کی سعادت حاصل کی، ایک طویل عرصے کے بعد مدرسے کی زندگی سے دور وطن عزیز میں اتنی طویل مدت گزارنے اور سماج و معاشرے کو گہرائی سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا، بڑے اہم اور عبرت آموز تجربات ہوئے اور بے انتہا حیرت بھی ہوئی کہ ادھر دو دہائی کے اندر ہمارا سماج اس قدر کیسے بدل گیا، سماج کے وہ اقدار و روایات کہاں چلے گئے، جن کو سماج کا لازمی حصہ سمجھا جاتا تھا، جن کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، گاؤں کی وہ سادگی کہاں چلی گئی جس کو اس کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا، بڑوں کا وہ ادب و احترام کہاں چلا گیا جو اس سماج میں پلنے بڑھنے والے ہر جوان کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہوتا تھا، بڑوں کی وہ شفقتیں کہاں دفن ہو گئیں جو ہر چھوٹے پر پوری سخاوت و فیاضی کے ساتھ برستی تھیں، گاؤں کے وہ چوپال کب فساد خانوں میں تبدیل ہو گئے جہاں ایک دوسرے کی غیبت نہیں بلکہ بڑے بزرگ چھوٹوں کو سبق آموز قصے اور کہانیاں سنایا کرتے تھے، دلوں کی وہ ہمدردیاں کہاں چلی گئیں جو دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا غم بانٹنے اور ایک دوسرے کی مسرتیں دوبالا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔

ہم نے اپنے بچپن کے ایام جس سماج میں گزارے، آج اس کے تانے بانے مکمل طور بکھر چکے ہیں، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت ہمارے سماج کی ایک بڑی خوبی تھی، گاؤں کے چھوٹے چھوٹے

sajid.misbahi@gmail.com

بچے جو کھیل میں مصروف ہوتے ، جب اپنے کسی بڑے کو گزرتے دیکھتے تو بے ساختہ ایک ساتھ باآواز بلند السلام علیکم کی صدائیں بلند کرتے ، سماج کے نوجوان کسی اجتماعی کام سے قبل اپنے بڑوں کی اجازت حاصل کرنا ضروری سمجھتے ، خاندان کے عمر دراز افراد خاندان کے مکھیا اور سرپرست سمجھے جاتے، کسی بھی کام سے پہلے ان سے مشاورت لازم ہوتی، ان کی رضامندی کے بغیر کوئی بھی کام مشکل ہوتا، سماج کے ہر فرد کے دل میں سماجی اصول وقوانین کا خوف ہوتا، کسی بھی غیر اخلاقی کام سے پہلے انہیں سماجی دباؤ کا ضرور خیال آتا، سماج کے سربرآوردہ افراد بڑے بڑے مسائل مل بیٹھ کر حل کر لیتے ، بڑی بڑی ناچاقیاں گاؤں کی میٹنگوں میں ختم کر لی جاتیں ، خاندانی جھگڑے بھی یہیں نمٹا لیے جاتے، لین دین کے قضیے بھی یہیں حل کر لیے جاتے، تھانہ پولیس تک معاملہ پہنچنا پورے گاؤں کے لیے باعث عار سمجھا جاتا، اور اگر کوئی حماقت کر کے تھانہ پہنچ بھی جاتا تو تھانے سے اسے سماج میں بھیج دیا جاتا، سماج میں مسئلہ حل نہ ہوپانے کی صورت میں مقدمہ درج ہوتا، یعنی سماج حاوی تھا اور سماجی بائیکاٹ کا قانون پوری طرح موثر تھا۔

لیکن اب گاؤں کے وہ سارے اقدار وروایات قصۂ پارینہ ہو چکے ہیں، صاف وشفاف دل اب کدورتوں سے بھر چکے ہیں، گاؤں کی سادگی وسادہ دلی اب عیاری اور مکاری میں بدل چکی ہے ، بلکہ وہ اس معاملے اہل شہر کو کئی قدم پیچھے چھوڑ چکے ہیں، بغض وحسد یہاں مکمل عروج پر ہے، ناچاقی اور نااتفاقی کا بول بالا ہے، بات بات پر لڑنا جھگڑنا اور خون خرابہ کرنا ان کا شیوہ بن گیا ہے، اب گاؤں میں صلح کرانے والے لوگ کم اور آگ لگانے والے زیادہ ہیں، چھوٹوں نے بڑوں کو دقیانوس اور فرسودہ خیالات کا حامل سمجھ کر ان کی باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، سماجی دباؤ کا پوری طرح خاتمہ ہو چکا ہے، اب ہر شخص اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے، حالاں کہ ان کے اندر نہ دین کا شعور ہے اور نہ دنیا سے آگاہی، سماج کے بکھرنے کا سب سے بڑا اور بُرا اثر یہ ہوا ہے کہ تھانہ، پولیس کے معاملات ومقدمات میں حد درجہ اضافہ ہوا ہے ، چھوٹے چھوٹے معاملات جو گھریلو سطح پر نمٹائے جا سکتے تھے وہ اب پولیس اسٹیشن پہنچنے لگے ہیں، پولیس کے دونوں ہاتھ میں لڈو ہے ، مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں سے خاصی رشوت اینٹھی جاتی ہے ، اس طرح دونوں خاندان تباہی کا شکار ہوتے ہیں۔

ماحول اس قدر مکدر رہے کہ اس میں شریف لوگوں کے لیے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت مشکل ہے، اچھے اچھوں کی پگڑیاں اچھالی جارہی ہیں، عزت وآبرو سرعام نیلام ہورہی ہے، پہلے لوگ شہروں کی ناہموار فضا سے عاجز ہو کر دیہات کی خوش گوار زندگی کو یاد کیا کرتے تھے، لیکن اب دیہات کی مکدر فضا سے بچنے کے لیے شہروں کا رُخ کرنے پر مجبور ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا "کمال" یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے زیادہ دوسروں کی زندگی میں دل چسپی لیتے ہیں، ان سے اپنے گھر کے مسائل حل نہیں ہوتے ، لیکن پڑوسی کے مسائل پر روزانہ" اظہار خیال" ضرور فرماتے ہیں، ان سے اپنے بچے نہیں سنبھلتے لیکن پڑوسی کے بچوں کی ہر حرکت پر کڑی نظر رکھتے ہیں، وہ محنت ومشقت کر کے اپنے مکان کی مرمت نہیں کر سکتے لیکن وہ پڑوسی کی عالی شان بلڈنگ کے رنگ وروغن پر ہونے والے اخراجات اور ان کے ذرائع آمد پر ضرور سر کھپاتے ہیں، بلفظ دیگر انہیں اپنے مصائب سے زیادہ دوسروں کی خوشیوں سے تکلیف ہے، گاؤں کا کوئی جوان پڑھ لکھ کر کسی اچھے عہدے پر فائز ہو جائے یا محنت ومشقت کر کے اچھا مکان بنالے تو گاؤں کے حاسدین انکم ٹیکس آفیسر اور اکاؤنٹینٹ کے فرائض انجام دینے لگتے ہیں، اور اس کے آمدات واخراجات کا ایسا حساب رکھتے ہیں کہ انکم ٹیکس کا محکمہ بھی انگشت بدنداں رہ جائے، بعض بے غیرت اس کو رسوا کرنے کے لیے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑجاتے ہیں، بسا اوقات تو ان کی جان کے بھی لالے پڑجاتے ہیں، کسی کی بچی کا عمدہ رشتہ آجائے تو حسد کے مارے کچھ سرپھرے کئی پشتوں کا شجرۂ نسب اور خامیوں کی پوٹلی لے کر لڑکے والے کے گھر پہنچ جاتے ہیں اور جب تک رشتہ ٹوٹ نہیں جاتا، چین سے نہیں بیٹھتے، کسی سے جھگڑا ہو گیا تو عورتیں فُل ساونڈ میں دن بھر پورے خاندان کو ایسی مغلظات بکتی ہیں کہ اللہ کی پناہ، بکھان شروع ہوتا ہے تو مکمل تسلسل کے ساتھ کئی پشتوں کے " کارنامے " پوری روانی اور مہارت کے ساتھ بیان کر جاتی ہیں۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑنے کا محاورہ گاؤں کے جھگڑوں پر پوری طرح صادق آتا ہے، ایک چھوٹی سی بات پر دولوگوں کے درمیان جھگڑا شروع ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جھگڑا خاندان، قبیلہ اور پھر محلہ کا جھگڑا بن جاتا ہے، بے کار بیٹھے لوگ بھی اس میں شریک ہو کر اپنا "ٹائم پاس" کرتے ہیں، بھیڑ جمع ہوتی ہے اور پھر جلتی پر گھی ڈالنے کا کام شروع ہوتا ہے، تماش بین مکمل طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں، بے چارے شریف اور بےقصور لوگ بھی اس میں گھسیٹ لیے جاتے ہیں، دونوں طرف کی

ٹیمیں پوری چستی کے ساتھ میدان میں اتر جاتی ہیں اور پھر منظر قابل دید ہوتا ہے۔

ان ساری چیزوں کو موضوع بحث بنانے مقصد یہ ہے کہ آخر گاؤں کی خوش گوار فضائیں اس مکدر کیوں ہوگئی ہیں، جہاں کی سادگی کی مثالیں پیش کی جاتی تھیں، جہاں مکروفریب کا دور دور تک گزر نہیں تھا، جہاں کا چین وسکون، جہاں کی شادابی وہریالی اہل شہر کے لیے باعث رشک ہوتی تھی، وہ آج کیوں تکدر کا باعث بنی ہوئی ہیں، ضروری ہے کہ اس کے اسباب وعلاج پر غور کیا جائے اور اصلاح وموعظت کے ذریعہ گاؤں کی عظمت رفتہ کی بحالی کی کوشش کی جائے۔

اس تبدیلی کے متعدّد اسباب وعوامل ہو سکتے ہیں، ہم یہاں اختصار کے پیش نظر چند باتیں ذکر کرتے ہیں۔

تعلیم کا فقدان:

ایک عمدہ اور پُرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے سماج کے افراد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے، کیوں کہ جہالت ایک ایسی بیماری ہے جس کے کوکھ سے بے شمار ایسے جراثیم جنم لیتے ہیں، جو سماج ومعاشرے کی تباہی وبربادی کا سبب ہوتے ہیں، مسلم طبقے میں تعلیم کی کمی ہر جگہ ہے، خواہ وہ شہری علاقہ ہو یا دیہی علاقہ، لیکن شہری علاقوں میں اس سلسلے میں پہلے کے مقابلے میں کافی بیداری آئی ہے، شہر والوں کو اس بات کا بہت حد تک احساس ہو چکا ہے کہ تعلیم کے بغیر ہمارے بچے آگے نہیں بڑھ سکتے، بلکہ سماج میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے تعلیم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے، لیکن یہ شعور دیہی علاقوں میں اب بھی پروان نہیں چڑھ سکا ہے، ایک زمانے تک تو والدین اپنے بچوں کو اسکول یا مدرسہ بھیجنا ضروری ہی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ کسی طرح انہیں پال پوس کر کھیتی کے کاموں میں لگا دینے کو ہی کام یابی سمجھتے تھے، اب دیہی علاقوں میں کچھ حد تک حالات بدلے ہیں، لیکن بچوں کی تعلیم کے حوالے سے جو فکر مندی والدین اور سرپرستوں کے اندر ہونی چاہیے وہ اکثر کے یہاں مفقود ہے، بچے اسکول اور مدرسہ جاتے ہیں اور واپس آجاتے ہیں، کیا پڑھا، کیا لکھا، کیا ہوم ورک ملا، اس سے والدین کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، بچوں کی کارکردگی کا جائزہ لینا وہ اپنی ذمے داری نہیں سمجھتے، نہ ہی ان کے پاس اس کام کے لیے وقت ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دس بارہ سال تک اسکول کالج جانے کے بعد بھی جہالت نہیں جاتی اور نہ ہی پڑھے لکھے انسانوں والے اوصاف اس کے اندر پیدا ہو پاتے ہیں۔

یہ دیہات کے ان جوانوں کا حال ہے جنھوں نے خواہی نخواہی اسکول کا منھ دیکھا اور اسکول آنے جانے میں اپنی زندگی کا ایک قیمتی حصہ صرف کیا، ہمارے سماج میں ایسے جوانوں کی تعداد دس بارہ فیصد سے زیادہ نہیں ہے، باقی نوے فیصد نوجوان وہ ہیں جنہیں اسکول اور مدرسے تک جانا نصیب ہی نہیں ہوتا، وہ جہالت کے اندھیرے میں مکمل طور بھٹک رہے ہوتے ہیں، ان کی دنیا بہت چھوٹی ہوتی ہے، ان کی سوچ بہت محدود ہوتی ہے، ان کے اندر انسانی اوصاف کم پائے جاتے ہیں، وحشی پن زیادہ ہوتا ہے، جوانوں کا یہ طبقہ خاص طور سے پورے سماج کی زندگی جہنم بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، نہ وہ خود چین سے رہتے ہیں اور نہ دوسروں کو باعزت اور باوقار زندگی گزارنے دیتے ہیں، ایسے ہی لوگ سماج کے لیے ناسور اور معاشرے کے پُرامن فضا کو مکدر کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ جب تک تعلیم عام نہیں ہوگی اور تعلیم کا معیار بلند نہیں ہوگا، دیہات میں بسنے والے لوگوں کو ان مسائل سے نجات نہیں ملے گی۔

بے کاری وبے روزگاری:

دیہی علاقوں میں زندگی گزارنے والوں کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ روزگار کا ہے، یہاں روزگار کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں، اسی لیے بے کاری اور بے روزگاری عام ہے دیہی علاقوں میں خاص طور سے روزگار کے مواقع انتہائی کم ہیں، وہاں کوئی ایسی فیکٹری یا کوئی بڑی منڈی نہیں ہوتی، جہاں مزدوروں کی وافر مقدار میں کھپت ہو، اکثر لوگوں کا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی ہوتا ہے، جن کے پاس کھیتی نہیں ہے وہ ان کھیتوں میں مزدوری کرتے ہیں، سرکاری ملازمتوں میں یہاں کے لوگوں کی حصے داری بھی نا کے برابر ہوتی ہے۔ ایسے میں ان لوگوں کا بیکار بیٹھنا اور معاشی تنگی کا شکار رہنا لازمی امر ہے، جوانوں کا ایک طبقہ ملک کے مختلف گوشوں میں محنت ومزدوری کرکے اپنے اور اپنے بال بچوں کی روزی روٹی کا انتظام کرتا ہے، لیکن اس طبقے میں بھی مستقل مزاجی نہیں ہے، دو تین مہینہ کہیں پر کام کرکے دس بیس ہزار کما لیا تو گھر کی یاد ستانے لگتی ہے، اور گھر آکر جب تک پوری پونجی ختم نہیں کر لیتے دوبارہ کام پر جانے کے لیے کسی طور پر تیار نہیں ہوتے، ظاہر ہے ایسے جوانوں کا شمار بھی بے کار لوگوں کی فہرست ہی میں ہوگا، اب ان بیکار لوگوں کی بھیڑ دیہاتوں میں اکٹھی ہوتی ہے، جگہ جگہ ان کی نشستیں ہوتی

ہیں، ان نشستوں میں فضول باتیں، نازیبا تبصرے، ہنسی مذاق، ٹھٹھا اور مسخرہ کا دور چلتا ہے، پھر یہیں جھگڑوں کے بیج بوئے جاتے ہیں، پودا اگتا ہے اور ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرنے کے بعد اس میں آگ لگائی جاتی ہے، جس کی تپش پورے گاؤں اور محلے کے چین وسکون کو خاکستر کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جن کے پاس کرنے کا کوئی کام نہیں، ان کے دماغ میں خرافاتی پلان ہی آئیں گے، وہ دوسروں کی مصروف اور باوقار زندگی کو دیکھ کر حسد اور بغض کا شکار ہوں گے، وہ کام یاب لوگوں کی کام یابی کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنا کر کام یابی کے راستے پر چلنے کی بجائے ان راستوں میں کانٹے بچھانے کی کوشش شروع کردیں گے، ایک تو تعلیم کی کمی اور جہالت کی فراوانی، اس پر بُری صحبتیں، یعنی تباہی وبربادی کے سارے سامان مہیا ہیں، ایسے ماحول میں ان سے خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

بے کاری اور بے روزگاری کے سلسلے میں سارا قصور حکومت کے سر ڈالنے کی بجائے ہمیں بھی کچھ اپنی سطح پر سوچنا چاہیے، ہم نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دیکھا ہے کہ بہت سے جوانوں نے نہایت نامساعد حالات میں چھوٹے موٹے کام شروع کیے، پھر ان چھوٹے موٹے کاموں نے بڑے کاروبار کی شکل اختیار کرلی، آج وہ نوجوان اطمینان بخش اور خوش گوار زندگی گزار رہے ہیں، ہمارے سماج کے نوجوان چھوٹے کاروبار سے شرماتے ہیں، شروع سے وہ بڑا تاجر بننا چاہتے ہیں، چھوٹی موٹی تجارت کو وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے، ایسے لوگ زندگی کے کسی مرحلے میں کام یاب نہیں ہوسکتے، ہر کام کے کئی مرحلے ہوتے ہیں، جو مرحلہ وار ہی انجام کو پہنچتے ہیں، چند دنوں میں کوئی تاجر بڑا سرمایہ کار نہیں بن جاتا، اس کے لیے کئی مشقت آمیز مرحلوں سے گزرنے ہوتے ہیں، بغیر محنت ومشقت کے ترقی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمیں اپنے نوجوانوں کو بے کاری سے بچانے کے لیے بھی ذہن سازی کرنی ہوگی، انہیں تجارت اور رزق حلال کے فوائد سے آگاہ کرنا ہوگا، نماز روزہ، حج، زکات کی تلقین کے ساتھ انہیں ایک بہتر سماجی ومعاشرتی انسان بنانے کے لیے بھی کوششیں کرنی ہوں گی، جبھی ہم صحیح معنوں میں رہنما کہے جانے کے مستحق ہوں گے۔

اخلاقی بحران:

اخلاقی بگاڑ آج ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہوچکا ہے۔ امانت، دیانت، صدق، عدل، ایفاے عہد، فرض شناسی اور ان جیسی دیگر اعلیٰ اقدار کمزور پڑتی جارہی ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانی ناسور کی طرح معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہے۔ لوگ قومی درد اور اجتماعی خیر وشر کی فکر سے خالی اور اپنی ذات اور مفادات کے اسیر ہوچکے ہیں۔ یہ اور ان جیسے دیگر منفی رویے ہمارے مزاج میں داخل ہوچکے ہیں، یہ بیماری ہر شہر ہر گاؤں اور ہر خطے کے لوگوں میں پائی جاتی ہے، دیہی علاقوں میں خاص طور سے اخلاقی بحران عروج پر ہے، حق تلفی اور ظلم وجبر کا دور دورہ ہے، جس کی لاٹھی اسی کی بھینس ہے، جس خاندان میں ہٹے کٹے کئی جوان ہیں، ان سے کوئی منھ نہیں لگا سکتا، لیکن آپ کو ان کا ہر ظلم سہنا ہے، ان کی ہر زیادتی برداشت کرنی ہے، ان کے جانور آپ کی کھیتی چرلیں تو آپ اُف بھی نہیں کہہ سکتے، ورنہ آپ کی اچھی طرح ''خاطر داری'' ہوسکتی ہے، گاؤں کے لوگوں کی امانت ودیانت کسی زمانے میں بہت مشہور تھی، لیکن اب آپ اس زمانے کو بھول جائیں اب بڑی بڑی رقمیں بہت آسانی کے ساتھ ہضم کرجانے والے سورما کثیر تعداد میں آپ کو گاؤں دیہات میں بھی مل جائیں گے، زمین دبانے اور زمین کے حدود اربعہ میں توسیع فرمانے والے مرد جری بھی دستیاب ہوجائیں گے، سچ اور جھوٹ کی ملمع سازی کے ماہرین بھی ان علاقوں میں خاصی تعداد میں مل جائیں گے۔

گاؤں دیہات میں بغض وحسد کے جراثیم دن بہ دن پھیلتے جا رہے ہیں، جس کے نتیجے میں آئے دن بڑے بڑے حادثات رونما ہورہے ہیں، گولیاں چلتی ہیں، مرڈر ہوتا ہے، جان لیوا حملے ہوتے ہیں۔ گاؤں کا سماجی ومعاشرتی ڈھانچہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہر فرد دوسرے کے تمام ایکٹیویٹیز [Activities] سے آگاہ ہوتا ہے، یہاں خفیہ طور پر بننے والے منصوبے بھی عام لوگوں کی نگاہ سے نہیں بچ پاتے، گاؤں میں اگر کسی کے گھر معمولی سی کہا سنی ہوگئی، بھائیوں میں معمولی سی ناچاقی ہوگئی تو یہ اس دن کے لیے پورے گاؤں کا موضوع بحث بن جاتا ہے دشمنوں کو دشمنی نکالنے اور حاسدین کو حسد نکالنے کا بھرپور موقع فراہم ہو جاتا ہے، یعنی گاؤں کی زندگی میں کسی کی پرائیویسی [Privacy] پرائیویسی نہیں رہ جاتی، کوئی کسی کی بھی ذاتی زندگی میں بہت آسانی سے جھانک لیتا ہے، آپ کے آرام وآسائش اور آپ کے آلام ومصائب کسی سے چھپ نہیں سکتے، سامان عیش وعشرت اور اسباب آرام و آسائش کو دیکھ کر حسد کا عنصر مزید بڑھ جاتا ہے، جب کہ پریشانیوں کو دیکھ کر آپ کا مذاق اڑانا، آپ کے معاندین کے لیے آسان ہوجاتا ہے، غرض کہ آپ کسی طرح ان

کی مضرتوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

دراصل یہاں تعلیم کا زبردست فقدان ہے، تربیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، لہٰذا اخلاقی سطح پر بدحال ہونا لازمی امر ہے، ایسے خطوں میں کام کرنے اور ان حالات سے نجات پانے کے لیے ہمیں پہلے تعلیمی حالات درست کرنے ہوں گے، اولاد کی اسلامی تربیت کے طریقوں سے والدین کو آگاہ کرنا ہوگا، پھر اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور سرکار دوعالم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے نمونے پیش کرنے ہوں گے، یہ سارے کام زمینی سطح پر کرنے کے ہیں، اور انقلاب برپا کرنے کے لیے برسہابرس کی ضرورت ہے، فوری طور پر ایک بگڑی ہوئی قوم کے مزاج کو بدل دینا ممکن نہیں ہے۔

خواتین میں تعلیم وتربیت کی کمی:

گاؤں کی زندگی سے چین وسکون غارت کرنے میں سماج کی بے لگام اور بے پردہ جاہل خواتین کا اہم کردار ہے، اکثر مسائل یہیں سے شروع ہوتے ہیں، رائی کو پہاڑ بناکر اپنے گھر کے مردوں کی غیرت وحمیت کو جوش دلانے میں انہیں مہارت ہوتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو عالمی مسائل کی شکل میں پیش کرکے جھگڑوں کو ہوا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ایسی خواتین اگر ہفتے میں ایک دو جھگڑا نہ کرلیں تو انہیں زندگی اجیرن اور بے مقصد محسوس ہونے لگتی ہے، وہ کسی نہ کسی بہانے اپنے ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کرہی لیتی ہیں، خود جھگڑا آرگنائز نہیں کرپاتیں تو دوسروں کے جھگڑوں میں بھی شامل ہونے میں عار محسوس نہیں کرتیں، شمولیت کے لیے خاص وجہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، دور کا بھی کوئی تعلق مل جائے تو پورے آن بان شان کے ساتھ کمان سنبھال لیتی ہیں، حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ دن بھر تسلسل کے ساتھ چیخنے چلانے کے بعد بھی ذرا سی تکان محسوس نہیں کرتیں، بسا اوقات موسم ساتھ نہ دے تو دوسرے دن پھنسی ہوئی آواز کے ساتھ جھگڑے کی دوسری قسط وہیں سے شروع کرتی ہیں جہاں کل ختم کیا تھا، یہ جھگڑے قسطوں میں ہوتے ہیں، صرف دو عورتیں جھگڑرہی ہوں تو انہیں جھگڑا کامیاب محسوس نہیں ہوتا، لہٰذا چند منٹوں میں بڑی مہارت کے ساتھ کئی کئی خواتین کو اپنے ساتھ کرلیتی ہیں، ان جھگڑوں سے نہ صرف ایک خاندان بے چین ہوتا ہے بلکہ پورے محلے والوں کی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔

بہتر سماج ومعاشرے کی تشکیل میں خواتین کا جو اہم کردار ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، حقیقت یہ ہے کہ عورت چاہے ماں ہو یا بہن، بیوی ہو یا بیٹی ہر روپ میں وہ قدرت کا انمول تحفہ ہے جس کے بغیر کائنات انسانی کی ہر شے بے رونق ہے، عورت اپنی ذات میں ایک تناور درخت کی مانند ہے جو ہر قسم کے سرد وگرم حالات کا دلیری سے مقابلہ کرتی ہے، لیکن یہ ان عورتوں کے اوصاف ہیں جنہوں نے علم کی روشنی حاصل کی، عمدہ تربیت کے زیور سے آراستہ ہوئی، اپنے علم کی روشنی میں اپنا دائرۂ کار سمجھا، زندگی گزارنے کے اسلامی طریقوں سے آشنا ہوئی، اپنے اہل خانہ کے حقوق وآداب سے واقفیت حاصل کی، لیکن افسوس یہ ہے ہمارے معاشرے کی عورتوں کا ایک بڑا طبقہ تعلیم وتربیت سے دور ہے، ہمارے سماج میں کبھی بھی ان کی خاطر خواہ تعلیم کے لیے سنجیدگی نہیں دکھائی گئی، نہ ہی ان کی اسلامی تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی، بچیوں کی تھوڑی تعداد اسکول کالج جاتی بھی ہے تو اس کے اندر وہ شعور نہیں پیدا ہو پاتا جو ایک تعلیم یافتہ خاتون کے اندر ہونا چاہیے، مدارس میں اب تک ان کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، اب مختلف علاقوں میں ان کی تعلیم کے لیے بھی ادارے کھل رہے ہیں، ان اداروں میں اگر ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی تو حالات کسی قدر بدل سکتے ہیں ورنہ اگر یہ ادارے بھی انہیں اسکولوں یا عام مدرسوں کی طرز پر چل پڑے تو کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

گاؤں کے بدلتے اقدار وروایات کے حوالے سے میری اس گفتگو میں جو بھی حالات بیان کیے گئے ہیں وہ عام حالات ہیں، ورنہ یہاں بہت سارے افراد اور خاندان ایسے بھی ہیں جنہوں نے ان نامساعد حالات میں بھی اپنی سادگی ووضع داری، اخلاص ونیک نیتی، ہمدردی وروادی اور اپنا عظمت ووقار محفوظ رکھا ہے، اور آج بھی ان کے یہاں وہی پرانی روش اور روایتیں باقی ہیں جو کبھی دیہات کے عام لوگوں کی شان سمجھی جاتی تھیں۔

میں اپنی بات "دی کاؤنسل فار پروٹیکشن آف رورل انگلینڈ" کی اس رپورٹ پر ختم کرتا ہوں کہ:

"گاؤں کا کردار چھن جانا بہت بڑا المیہ ہے کیوں کہ یہی کردار شناخت تھا اور یہی شناخت سرمایہ تھی۔ یہ سماج کا ایسا نقصان ہے جس کی سنگینی کو ناپا تولا نہیں جاسکتا، دیہی عوام کو شہروں سے اُنسیت تھی جو کوئی گناہ نہیں تھا، وہاں روزگار کے مواقع دیکھے تھے، یہ بھی کوئی جرم نہیں تھا، وہاں کی بھاگتی دوڑتی زندگی میں کشش محسوس کی تھی اور یہ بھی کوئی نقص نہیں تھا۔ خطا صرف یہ ہوئی کہ دیہی عوام نے گاؤں، اس کے کلچر اور کردار کو محفوظ نہیں رکھا جو اُن کی ذمہ داری تھی۔"

[روزنامہ انقلاب، فیچرس، ۱۲ر مئی ۲۰۱۹ء]

آہ! مفتی محمد معراج القادری مصباحی

از: علامہ عبدالحفیظ عزیزی

اولاد امجاد و عزیز و اقارب مفتی معراج القادری مصباحی رحمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے موقر و سینئر استاذ حضرت مولانا مفتی معراج القادری مصباحی رحمہ اللہ کی وفات سے بہت غمگین و افسردہ ہوں، آپ کے وصال سے آپ کے ہزاروں تلامذہ اور لواحقین کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ، اساتذہ اور ارباب حل و عقد رنج والم میں ہیں اور آپ حضرات کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مولانا موصوف ایک بہترین عالم دین اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سینئر استاذ اور دار الافتا کے تجربہ کار مفتی تھے۔ پوری زندگی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے وابستہ رہے اور تدریس و افتا کے فرائض انجام دیتے رہے، افسوس کہ آج ہمیں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن.

آپ کی رحلت سے شدید قلق اور اضطرابی کیفیت طاری ہے، مگر خدا کو جو منظور تھا وہ ہوا۔ لله ما اخذ واعطى وكل شيء عنده إلى اجل مسمى.

اللہ رب العزت آپ کی اولاد امجاد، عزیز و اقارب، تلامذہ اور جملہ پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے اور مفتی صاحب کو غریقِ رحمت کرے اور شمیم جنت سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الروف الرحیم.

۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ	عبدالحفیظ عفی عنہ
۲۰/ اگست ۲۰۲۰ء	سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ
دوشنبہ	مبارک پور

محبوب العلما حضرت شاہ محمد محبوب مینا علیہ الرحمہ

محبوب العلماء حضرت شاہ محمد محبوب مینا بانی و صدر اعلیٰ دار العلوم مینائیہ گونڈہ کی کی رحلت کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

آپ ایک بڑے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے گونڈہ و مضافات میں دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت میں پوری زندگی صرف کر دی۔ آپ ایک بزرگ و مقبول پیر طریقت تھے۔ آپ کا حلقۂ ارادت کافی وسیع ہے۔ مساجد کی تعمیرات بھی آپ کی زرّیں خدمات سے ہیں۔ موصوف ان کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔

حضرت محبوب مینا شاہ بابا سے میری کئی ایک یادیں اور ملاقاتیں وابستہ ہیں۔ آپ سے جب بھی ملاقات ہوئی تو آپ نے عالی ظرفی اور کشادہ قلبی کا ثبوت پیش کیا۔ آپ کے وصال سے ماضی کی یادیں ذہنوں میں گردش کرنے لگیں اور موصوف کے روابط و مراسم بار بار یاد آنے لگے۔ آپ کے انتقال سے نہ صرف آپ کے پس ماندگان، مریدین و متوسلین کو تکلیف ہے بلکہ ہم اور ہمارا ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ عزوجل موصوف کے درجات بلند کرے، نیز جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان و مریدین کو صبر جمیل و اجر جزیل سے نوازے۔ آمین بجاہ النبي الروف الرحیم

یکم صفر المظفر ۱۴۴۲ھ	عبدالحفیظ عفی عنہ
۱۹/ ستمبر ۲۰۲۰ء	سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ
ہفتہ	مبارک پور

آہ! محبوب العلماء والمشائخ

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

محبوب العلماء والمشائخ حضرت شاہ محبوب مینا اس دار فانی سے دار جاودانی کی جانب کوچ کر گئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

موصوف بڑے خلیق، ملنسار، خاموش طبع اور کم گو صوفی صفت انسان تھے۔ آپ کے مریدین و متوسلین کا بھی ایک وسیع علاقہ ہے۔ کئی بار آپ سے ملاقات رہی اور آپ نے بلند اخلاق کا نمونہ پیش کیا جس سے میرے دل میں آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا۔ علما کے بہت قدر داں اور مہمان نواز تھے۔ موصوف سے جب بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے اعلیٰ ظرفی اور کشادہ قلبی کا ثبوت پیش فرمایا۔ آپ سے پہلی بار ملاقات مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ، ضلع بہرائچ کے ایک جلسہ میں ہوئی۔ اس جلسہ میں شارح بخاری حضرت الاستاذ علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما تھے، وہ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ موصوف سے ملے۔

محبوب العلما نے حضرت کو بہرائچ شریف میں رات کے کھانے کی دعوت دی اور حضرت نے مسکراتے ہوئے قبول فرمایا پھر ہم لوگ بعد مغرب طوطی ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی مفتی نانپارہ سے ملاقات کر کے رخصت ہوئے۔ محبوب العلما اور شارح بخاری دونوں کی گاڑیاں ایک ساتھ چل رہی تھیں۔ جب بہرائچ شریف پہنچے تو وہاں ایک خاص مقام پر ہم لوگ عقیدت مندوں کے ہجوم کے درمیان آگئے، جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ حضرت محبوب العلما کے مرید و عقیدت مند تھے۔ وہاں پر تکلف ضیافت ہوئی وہاں سے رخصت ہو کر ہم لوگ مبارک پور کے لیے عازم سفر ہوئے۔ محبوب العلما تو دار العلوم مینائیہ گونڈہ میں ٹھہر گئے اور ہمارا سفر جاری رہا۔

ایک بار عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ مصباحی حفظہ اللہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی معیت میں گلشن برکات، انٹیا تھوک، گونڈہ کا سفر ہوا، اس وقت آپ علیل تھے اور اے سی روم میں رہتے تھے، ہم لوگ نماز ظہر اور ان کی عیادت کے لیے انہی کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم مینائیہ گونڈہ ٹھہر گئے، بعد ظہر ہم لوگ عیادت کے لیے ان کے حجرۂ خاص میں گئے، وہ بڑی محبت اور اعزاز کے ساتھ ملے، بہت خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور کچھ دیر تک اپنے احوال بیان کرتے رہے۔ اخیر میں حضرت عزیز ملت دام ظلہ نے ان کی صحت و سلامتی کے لیے دعا فرمائی پھر ان سے رخصت ہوئے۔ اساتذہ دار العلوم کی خواہش پر ہم لوگوں نے کچھ وقت ان کے ساتھ بھی گزارا پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی دو چند بار آپ سے ملاقات رہی اور ہر بار آپ کو بلند اخلاق کا حامل پایا۔

محبوب العلما نے گونڈہ کے اطراف و جوانب میں دین و سنیت کا کافی کام کیا ہے، متعدّد مساجد تعمیر کروائی ہیں اور ایک بہترین ادارہ دار العلوم مینائیہ قائم فرمایا۔

آج آپ کے ناگہاں وصال کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ للّٰہ ما اخذ و اعطی و کل شئ عندہ الی اجل مسمی.

آپ کے وصال کے غم میں جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ، ارکان خصوصاً سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ مصباحی حفظ اللہ سب شریک ہیں اور تعزیت پیش کرتے ہیں۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ موصوف کو غریق رحمت فرمائے اور جملہ پسماندگان، مریدین، معتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

۲۹ء محرم الحرام ۱۴۴۲ھ	محمد نظام الدین رضوی عفی عنہ
۸ر ستمبر ۲۰۲۰ء	صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا
	جامعہ اشرفیہ مبارک پور

☆☆☆☆☆

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

خطیبِ اسلام حضرت علامہ محمد حسین ابوالحقانی علیہ الرحمہ

از: مولانا محمد عاقل رضوی

خطیب اسلام، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ محمد حسین ابوالحقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت و جماعت کے نامور خطیب تھے تقریباً چالیس سال تک میدان خطابت میں رہ کر انہوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں مذہب اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں، ملک کا شاید کوئی ایسا خطہ ہو جو ان کے فیضان خطابت سے سرفراز نہ ہو، ان کی خطابت کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ وہ جب اپنے مخصوص لب و لہجہ میں احادیث کریمہ پڑھ کر ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے امام عاشقاں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی کے اشعار پڑھتے تو عجیب روحانی سماں بندھ جاتا اور داد و تحسین کے ساتھ نعرۂ تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعروں سے مجمع گونج اٹھتا۔ لمبی لمبی حدیثیں بڑی روانی سے پڑھتے جاتے اسی وجہ سے وہ حافظ احادیث کثیرہ کے لقب سے جانے جاتے تھے، ان کی خطابت میں علمی مواد ہوتا، لفاظی اور لطیفہ گوئی سے بڑی حد تک اجتناب کرتے اس لیے ان کی تقریر عوام و خواص میں یکساں مقبول ہوتی۔

ہماری جماعت کے دینی جلسوں کے اسٹیجوں پر سنجیدہ اور علمی لب و لہجہ میں خطاب کرنے والے واعظین کی تعداد کتنی ہے؟ سب جانتے ہیں۔ ایسے حالات میں حضرت مولانا محمد حسین ابوالحقانی کی اچانک رحلت جماعت کا عظیم خسارہ ہے، عرصۂ دراز تک جماعت ان کی کمی کے احساس سے دو چار رہے گی، وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک ترجمان و داعی تھے، انہوں نے کبھی اپنا مسلکی تشخص پامال نہیں ہونے دیا، انہوں نے کبھی بھی کسی مصلحت کو مسلک پر ترجیح نہیں دی، ان کا مشن اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت رہا۔

راقم الحروف نے ان کی تقریر پہلی مرتبہ مبارک پور میں اس جلسہ میں سنی جو دیوبندی مولوی طاہر گیاوی کی تقریر کے بعد ہوا تھا طاہر گیاوی نے معمولات اہل سنت پر کیچڑ اچھالنے کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بڑی گھٹیا، بازاری زبان استعمال کی تھی، علمائے اشرفیہ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور اس جلسے میں ابوالحقانی صاحب نے بھی اس کا رد بلیغ کیا۔ اسی جلسہ میں پہلی مرتبہ انہیں دیکھا بھی، سنا بھی۔ فراغت کے بعد مارچ ۱۹۹۴ء میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے حکم و ایما پر الجامعۃ القادریہ، رچھا، ضلع بریلی شریف میں تدریس کے لیے حاضر ہوا تو ابوالحقانی صاحب سے بارہا ملاقات ہوئی، کئی بار الجامعۃ القادریہ کے جلسۂ دستار بندی میں تشریف لائے، مناظر اہل سنت حضرت علامہ صغیر احمد جوکھن پوری مدظلہ العالی اور عزیز العلما حضرت علامہ عزیز الرحمٰن منانی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف سے ان کے گہرے قریبی مراسم تھے۔

ہمارے ساتھ ان کا لگاؤ اس وقت بڑھا جب انھوں نے اپنے لخت جگر مولانا محمد تحسین رضا سلمہ تعالیٰ کو الجامعۃ القادریہ میں داخل کیا اور ان کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے برابر رابطہ رہا، پھر کیا تھا جب بھی بات ہوتی ایسا محسوس ہوتا کہ ہماری برسوں سے شناسائی ہے اسی ماحول میں میں نے اپنے گاؤں دولپوری ضلع مرادآباد میں ہونے والی اصلاح معاشرہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی، بلا اگر مگر دعوت قبول فرمائی اور بہت عمدہ خطاب فرمایا۔ آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ ان کی اچانک رحلت کی وجہ سے اہل سنت میں اضطراب ہے اہل خانہ غم سے نڈھال ہیں۔ اس رنج و غم کے موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ و مہتمم مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف و اساتذہ و طلبہ منظر اسلام کی طرف سے حضرت مولانا محمد تحسین رضا مصباحی اور ان کے برادران، تمام اہل خانہ، متعلقین و احباب کو تعزیت پیش کرتے ہیں، مولائے کریم جل جلالہ سب کو صبر جمیل و اجر جزیل بخشے اور مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

۱۳/ اکتوبر ۲۰۲۰ء

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی
صدر المدرسین مدرسہ منظر اسلام
سوداگران بریلی شریف

صدر المدرسین دار العلوم منظرِ اسلام، سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

آہ! فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی حافظ محمد معراج القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصال کی معراج تک پہنچ گئے

سید صابر حسین شاہ بخاری

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے، ادھر نکلے، ادھر ڈوبے، ادھر نکلے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوتِ کے تحت اس دنیائے رنگ وبو میں کاروانِ آخرت ہمیشہ سے دارالبقا کی جانب رواں دواں ہے۔ یہاں سے لوگ اٹھتے گئے، دنیائے فانی کو چھوڑتے گئے اور کاروان آخرت سے ملتے گئے لیکن کچھ عرصے سے مسافرانِ آخرت میں نہایت تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے علم وعرفاں کے کئی بحرِ بے کراں اور فقہ وحدیث کے کئی نیر تاباں عالم جاوداں کی جانب کوچ فرما گئے۔ آہ! کس کس کا انتخاب کروں کس کا نام لوں

جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

علماومشائخ کی کثیر تعداد کے بچھڑ جانے کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ یہ خبر وحشت اثر بن کر سامنے آئی کہ ہندوستان میں اہل سنت کی مشہور درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی کے ایک فرزند جلیل فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد معراج القادری علیہ الرحمۃ بھی ہمیں داغ مفارقت دے کر وصال کی معراج تک پہنچ گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن.

آپ ایک ماہ علیل رہنے کے بعد لکھنو کے ایک اسپتال میں ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ/۱۰/اگست ۲۰۲۰ء صبح آٹھ بج کر چالیس منٹ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے ہیں۔ اور اپنے قصبہ روناہی فیض آباد کے آبائی قبرستان میں آسودہ خاک ہوگئے۔ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ، انتظامیہ اور طلبا سکتے میں آگئے۔ جامعہ کے در و دیوار لرز کر رہ گئے، جہان سنیت غم وحزن میں ڈوب گیا۔ یہ بات بلاخوف وتردید کہتا ہوں کہ آپ کے جانے سے نہ صرف الجامعۃ الاشرفیہ بلکہ پوری دنیائے سنیت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔

فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد معراج القادری رحمہ الباری کی ولادت ۲/فروری ۱۹۶۵ء کو ضلع فیض آباد کے ایک قصبے روناہی کے محلہ بریاٹولہ میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام ظفر احمد خان، دادا کا نام نبی احمد خان اور پردادا کا نام مصطفیٰ رضا خان ہے (رحمۃ اللہ علیہم)۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبے میں حاصل کی، قصبہ کے ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ سے پانچویں جماعت تک پڑھا اور یہاں ہی سے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ روناہی سے دستار فضیلت حاصل کی اور معقولات میں تخصص فرمایا پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور یہاں قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۵ء میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی، پھر یہاں ہی درس وتدریس شروع کی اور یہاں کے اساتذہ کرام کے آپ منظور نظر بن گئے۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی راہنمائی اور سرپرستی میں آپ نے فتویٰ نویسی بھی شروع کر دی۔ علامہ مولانا مفتی محمد نظام الدین مصباحی دامت برکاتہم العالیہ اور ادیب شہیر مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے رفیق خاص اور جلیس مجلس تھے۔ آپ آخر دم تک جامعہ سے وابستہ رہے، نہایت احسن انداز میں درس وتدریس فرمائی۔ آپ ضلع فیض آباد کے قاضی شرع اور الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے نائب سربراہ اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، آپ بے مثال مدرس، باکمال خطیب، بے نظیر محقق، اعلیٰ نثر نگار، فلسفی اور منطقی تھے۔ اکابر پرور اور اصاغر نواز تھے۔ نہایت ملنسار اور خوش مزاج تھے۔ معاصرین آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ ایک باریک بین، نقطہ سنج مفتی تھے الجامعۃ الاشرفیہ کے "صحیفہ فقہ اسلامی" کے

"خلیفۂ مجاز بریلی شریف" سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل، مدیر اعلیٰ الحقیقہ۔
ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

مرتبین میں سے تھے۔ مجلسِ شرعی کے نہایت سرگرم رکن تھے۔ علمی و تحقیقی مسائل میں آپ وسیع المطالعہ تھے۔ آپ کے قلم سے فتاویٰ کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ کے ان تمام فتاویٰ کو آپ کا کوئی شاگرد جدید انداز میں ترتیب دے کر "معراج الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع کردے تو ان سے آپ کی شان فقاہت نکھر کر سامنے آجائے گی۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیدائی اور فدائی تھے۔ آپ نے خلیفہ اعلیٰ حضرت، برہان ملت علامہ مفتی محمد برھان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور تاج الشریعہ، عزیز ملت اور مولانا محمد حسین ملتانی سے خلافت و اجازت پائی۔ قلم و قرطاس سے آپ کا گہرا تعلق رہا۔ اس پر آپ کے مختلف مضامین و مقالات شاھد و ناطق ہیں۔ ان سے بھی آپ کی اعلیٰ حضرت اور خانوادہ اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنے فتاویٰ میں بھی فتاویٰ رضویہ کے بھرپور حوالے دیے ہیں۔

آپ کے چند مقالات کتابی صورت میں بھی شائع ہوکر سامنے آچکے ہیں ان میں "لاؤڈ سپیکر پر نماز کا حکم" "تنقیح المطالب (نبی کریم ﷺ کے لیے لفظ "کملی" کے استعمال کا شرعی حکم)، ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ، اور اکابر دیوبند کے مراتب شامل ہیں، المختصر آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ کے تحریری کام کے علاوہ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک اور بیرون ملک میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں سرگرم عمل ہیں آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ، دو فرزندان اور دو دختران شامل ہیں۔

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے تمام پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جذیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیه وآله واصحابه وازواجه وذریته واولیاء امته وعلما ملته اجمعین.

☆☆☆☆

(ص:20 کا بقیہ)"عن كثير النوال قال : قلت لابي جعفر محمد بن علي عليه السلام : جعلني الله فداك ! أ رايت ابا بكر بكرٍ و عمر هل ظلماكم من حقكم شيئاً ۔ او قال : ذهبا من حقكم شيئا ؟ فقال : لا، والذى انزل القرآن على عبده ليكون للعالمين نذيراً ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل . قلت: جعلت فداك! أ فاتولاهما ؟ قال: نعم ، و يحك تولهما في الدنيا و الآخرة و ما اصابك ففي عنقي ثم قال : فعل الله بالمغيرة و بنان فانهما كذبا علينا اهل البيت (بحوالہ سابق ص:۲۴)

ترجمہ: کثیر نوال سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام سے پوچھا کہ: میری جان آپ پر فدا ہو! ابو بکر و عمر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا انہوں نے آپ کے حق میں کوئی ظلم کیا آپ کا کوئی حق مارا؟ حضرت ابو جعفر نے ارشاد فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ تمام جہانوں کے لیے وہ نذیر بن جائے، ہمارے حقوق میں رائی کے دانے کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان! تو کیا میں ان دونوں حضرات سے محبت رکھوں؟ فرمایا: تیرا برا ہو! دونوں جہاں میں ان سے محبت رکھ اور اگر اس وجہ سے تمہیں نقصان ہو تو یہ میرے ذمہ ہے۔ پھر امام فرماتے ہیں: مغیرہ اور بنان سے خدا نبٹے ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھا ہے۔

یہ ایک روایت ان تمام حقیقتوں سے پردہ اٹھا رہی ہے جس پر تعصب کیشوں نے عناد کی گرد ڈال رکھی ہے۔ خیر مذکورہ پوری گفتگو کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کی تہ تک پہنچا جا سکتا ہے اور بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اہل تشیع اور روافض نے ایک بے بنیاد بات کو خواہ مخواہ رائی کا پہاڑ بنا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت کا مخالف اور سیدۂ کائنات سے حسد رکھنے والا بنا کر پیش کرنے کی ناپاک اور گستاخانہ کوشش کی ہے مگر ان تمام تر کوششوں کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و رفعت کے پھریرے عرش کی بلندیوں پر لہرا رہے ہیں، وہ محبوب رسول ہو کر آسودۂ مزار ہیں اور شرانگیز ان کی شان میں نازیبا نظریات گڑھ کر اپنی ہی عاقبت خراب کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ خدائے وحدہ لا شریک ہی خیر کی توفیق بخشنے والا ہے ۔ ☆☆

پیغامِ تعزیت

استاذ العلما حضرت مولانا امام الدین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت

اہل سنت کا عظیم خسارہ

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

آج مورخہ ۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱؍ ستمبر ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ مبارکہ یہ جاں کاہ خبر موصول ہوئی کہ ہمارے دیار کے ایک جلیل القدر عالم اور قدیم استاذ حضرت مولانا امام الدین رضوی کا وصال پُرملال ہو گیا، آپ کے وصال سے پورا علاقہ سوگوار ہے، آپ کے تلامذہ، محبین، متعلقین اور اہل عقیدت اپنے محسن و مربی کی جدائی کے غم میں نڈھال ہیں، موت العالِم موت العالَم کے مصداق ہر طرف غم واندوہ کی کیفیت ہے، اللہ جل شانہ استاذ العلما کی مغفرت فرمائے اور جملہ اہل خانہ و محبین و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

حضرت مولانا امام الدین رضوی علیہ الرحمہ بڑے وضع دار اور اصول پسند عالم دین تھے، آپ نے مدرسہ جوہر العلوم گنجریا، اسلام پور، اتر دیناج پور بنگال میں نصف صدی تک علم وادب کی آبیاری فرمائی، آپ کی درس گاہ سے سیکڑوں علما و فضلا پیدا ہوئے، جو مختلف شعبہاے حیات میں دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں، شخصیت سازی کا ہنر آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھا، آپ کی بارگاہ کے خوشہ چینوں کی اکثریت اپنے اپنے میدانوں میں کام یاب اور نمایاں شناخت کی حامل ہے، گنجریا اور اس کے اطراف میں سیکڑوں ایسے باصلاحیت علما و مفتیان عظام موجود ہیں، جنھیں آپ کی درس گاہ شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

آپ نے اپنے علاقے کے معروف عالم نصیر ملت حضرت مولانا شاہ نصیر الدین اشرفی علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا تھا، پھر جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت حاصل کی تھی، یہی وجہ ہے کہ علم و اخلاق دونوں اعتبار سے آپ کے اندر اسلاف کا رنگ و آہنگ نمایاں تھا، تعلیم و تربیت سے گہرا شغف تھا اور اپنی زندگی کو آپ نے اسی کے لیے وقف کر رکھا تھا، آپ کا آبائی وطن خبر گاؤں ہے، لیکن آپ کی حیات مبارکہ کے بیش تر ایام گنجریا کے مدرسے میں گزرے، اور آخری آرام گاہ کے لیے بھی یہیں جگہ نصیب ہوئی۔

حضرت امام العلما کے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی توقیر رضا مصباحی زید مجدہ سے ایک دہائی سے اس خادم کے مراسم ہیں، انھوں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف سے تخصص فی الفقہ کا کورس مکمل کیا، پھر وہیں پر استاذ بھی مقرر ہوئے، یہ خادم بھی ان دنوں جامعہ صمدیہ ہی میں خدمت پر مامور تھا، صاحب زادۂ گرامی اپنے والد ماجد کے پرتوِ جمیل، باصلاحیت عالم دین، اچھے استاذ اور اخلاق و کردار کے دھنی ہیں۔

اچانک استاذ العلما کا وصال مولانا موصوف اور ان کے جملہ اہل خانہ کے لیے بڑی مصیبت کی گھڑی ہے، میں سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کے جملہ ارکان کی جانب سے حضرت مفتی توقیر رضا مصباحی اور ان کے جملہ اہل خانہ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور صبر جمیل کی دعا کرتا ہوں۔

شریک غم
محمد ساجد رضا مصباحی
۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ/۲۱؍ ستمبر ۲۰۲۰ء دوشنبہ

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور بنگال

ٹانڈہ میں
اشرفیہ کلینڈر 2021ء اور ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
(۱) جناب محمد کلیم بک سیلر
پٹرل ٹنکی کے پاس، حیات گنج، ٹانڈہ امبیڈکر نگر

(۲) جناب حاجی اقرار احمد صاحب
سکراول، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر

حضرت علامہ مفتی قطب الدین قادری علیہ الرحمہ

سابق خطیب و امام جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد

از: مبارک حسین مصباحی

پیکرِ عزیمت و استقامت حضرت علامہ مفتی قاری قطب الدین قادری کا وصال پر ملال صبح ۵/ بجے ۵/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/ جولائی ۲۰۲۰ء بروز پیر اپنے آبائی وطن موضع بلہا ضلع بلرامپور میں ہو گیا، اس جاں کاہ خبر سے سخت غم ہوا، اسی وقت کلمات استرجاع پڑھے اور حضرت علیہ الرحمہ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرنے کی سعادت حاصل کی، خدا مغفرت فرمائے حضرت کی دینی و ملی کار گزاریوں کی داستان بڑی اہم ہے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

ولادت اور تعلیم و تربیت:

آپ کی ولادت باسعادت موضع بلہا ضلع گونڈہ، (موجودہ ضلع) بلرامپور (یوپی) میں ہوئی، آپ عہدِ طفولیت ہی سے صالح مزاج اور محنتی تھے، آپ نے پوری دلجمعی کے ساتھ درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی، اپنے اساتذہ کا ادب و احترام فرماتے تھے۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں ایک سے ایک باکمال شخصیات ہیں۔ تلسی پور میں بابائے ملت استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ عتیق الرحمٰن خاں نعیمی علیہ الرحمہ [م: ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء]، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ [م: ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/ ۲۹/ نومبر ۲۰۱۲ء]، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حشمتی بھاؤپوری علیہ الرحمہ [م: ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ/ ۱۸/ فروری ۲۰۱۷ء]، شہزادۂ بابائے ملت حضرت علامہ کمال احمد خاں نوری علیہ الرحمہ [م: ۱۹۸۵ء]۔ آپ آخر میں مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف حاضر ہوئے، وہاں ہر دور میں عشق و عرفان اور علم و فضل کی نابغۂ روزگار شخصیات رہی ہیں۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ [م: ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲/ نومبر ۱۹۸۱ء] کی تقویٰ شعار شخصیت سے کون واقف نہیں، زہد و ورع اور فتویٰ نویسی میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے، شہرت و مقبولیت میں بھی وہ بڑی بلندیوں پر فائز تھے، جانشینِ مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ ــــ نے کیا خوب کہا ہے:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتیِ اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضور مفتیِ اعظم نور اللہ مرقدہ نے مسجد بی بی جی سے متصل مدرسہ مظہر اسلام، بریلی شریف میں قائم فرمایا، اس ادارے میں بھی بڑی بڑی شخصیات نے تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے بلند پایہ اساتذۂ کرام میں صوفیِ باصفا حضرت علامہ الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ [م: ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء]، شیخ الحدیث حضرت علامہ شاہ مفتی تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ [م: ۱۸/ رجب ۱۴۲۸ھ/ ۵/ اگست ۲۰۰۷ء]، مفتیِ بے بدل حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ [م: ۴/ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ/ ۱۵/ اگست ۲۰۱۰ء]۔ اسی ادارے میں ہمارے بزرگ حضرت علامہ قاری قطب الدین قادری علیہ الرحمہ داخل ہوئے، اپنے مشائخ اور اساتذہ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ تفاسیر، احادیث اور دیگر دینی کتب کا بہت زیادہ احترام، فرماتے تھے، بڑی محنت سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی، آپ نے بریلی شریف پہنچ کر پڑھا ہی نہیں بلکہ خانوادۂ رضویہ کی مقدس خانقاہ میں عشق عرفان کے جام بھی پیے، کون نہیں جانتا کہ خانقاہ امام احمد رضا قدس سرہ میں صرف تعلیم و تحقیق ہی کے مراحل طے نہیں کرائے جاتے بلکہ دل اگر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو تو عشقِ رسول ﷺ کے جام سے بھی سرشار کیا جاتا ہے۔

آپ بریلی شریف میں مدرسہ مظہر اسلام سے ۱۹۶۴ء میں فضیلت کی دستار اور سند سے سرفراز کیے گئے، پیدا ہونے والا تو ضلع بلرام پور کے ایک دیہات میں پیدا ہوا مگر سرکار مفتیِ اعظم ہند نے اپنے تاریخی مدرسہ سے انھیں فضیلت کی سند عطا فرما دی، یہ سند محض علم و فضل کی سند ہی نہیں تھی بلکہ آپ کے باکمال فاضلِ ربانی، عاشقِ رسول ﷺ اور زندگی میں کامیابی کی ضمانت بھی تھی۔ اور یہ صرف لفظوں کی بازی گری نہیں ہے بلکہ آپ نے اپنی عملی زندگی میں عملی طور پر یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ بریلی

mubarakmisbahi@gmail.com

شریف سے فارغین علما، فضلا اور مفتیانِ کرام کی یہی شان ہوتی ہے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد ہر فاضل کی قلبی خواہش ہوتی ہے کہ وہ درس نظامی میں تدریسی خدمات انجام دے اس کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اس نے محنت اور وطن سے دور رہ کر جو دینی علوم و فنون حاصل کیے ہیں وہ محفوظ رہیں اور علوم و معارف کے فیوض و برکات طالبانِ علومِ نبویہ میں عام ہوں۔ بعض حضرات کی اقتصادی ضرورتیں بھی ہوتی ہیں، مدرسہ مظہر اسلام، بریلی شریف سے فراغت کے بعد آپ نے بحیثیت استاذ خدمات انجام دینا شروع فرمائیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱)-ضلع گونڈہ[اب بلرامپور] میں سعد اللہ نگر سے متّصل موضع ”ایدھا“ مدرسہ عربیہ حنفیہ اہل سنت ہدایت العلوم میں تدریسی ذمہ داریاں پوری فرمائیں۔ اس ادارے میں ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۰ء تک بحسن و خوبی طالبانِ علومِ نبویہ کو علم وفضل کی بے بہا دولت سے آراستہ کیا۔

(۲)-دار العلوم سبحانیہ غریب نواز جامع مسجد سعد اللہ نگر میں ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء میں دو برس تدریسی خدمات انجام دیں اور بڑی حد تک تعلیم و تربیت کا حق ادا فرمادیا۔

(۳)- خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ [م:۸/ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ/۲۹/ اکتوبر ۱۹۹۰ء] کے مشورے سے آپ کرناٹک ضلع ہبلی میں قصبہ منڈگوڑ تشریف لے گئے، اس قصبے کے ایک بڑے ادارے دار العلوم جامعہ دستگیریہ میں آپ نے دو سال اور قریب چھ ماہ تک تدریسی فرائض انجام دیے۔ یعنی یہاں آپ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء اور چند ماہ بعد تک رہے۔

(۴)- لگ بھگ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۸ء تک آپ نے دار العلوم انوار الرضا، گورا چوکی، ضلع گونڈہ میں بحیثیت استاذ قابلِ ذکر تدریسی خدمات انجام دیں۔ دور دور تک آپ کی اعلیٰ صلاحیت اور قابلِ صد افتخار تعلیم و تربیت کی شہرت ہوئی۔

(۵)-۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۱ء تک آپ نے مدرسہ اشاعت الاسلام تم کوہی راج، ضلع کشی نگر میں خدمت انجام دی۔

(۶)-خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے عظیم خطیب تھے، خون کے آنسو و غیر شہرۂ آفاق کتابوں کے مصنف ہیں، آپ صحافت میں بھی منفرد شناخت رکھتے تھے۔ اور قابلِ صد افتخار ماہنامہ پاسبان الہ آباد کے مدیر اعلیٰ تھے، حضرت مولانا قطب الدین قادری علیہ الرحمہ سے بڑے گہرے رابطے تھے، حضرت خطیب مشرق نے آپ کو اپنے گاؤں بہریا متّصل سرائے غنی، تحصیل شوراؤں ضلع الہ آباد کے مدرسہ ”گلشنِ اجمیر“ میں بحیثیت صدر مدرس رکھا، خوش گوار ماحول میں تعلیم و تربیت کا نظم چلتا رہا۔ یہاں حضرت نے ۱۹۸۴ء تک امور تدریس انجام دیے۔

ان چھ مدارس میں آپ نے انتہائی اہم تدریسی خدمات انجام دیں، دورانِ تدریس بھی آپ کی محنت اور وقت کی پابندی کے چرچے رہے۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ وقت پر درس گاہ لگا دینا، مطالعہ و تحقیق کے بعد باضابطہ درس شروع کرنا، اطمینان و سکون کے ساتھ پڑھانا، مخصوص لب و لہجے میں تفہیم فرمانا، اگر کہیں طلبہ کو شبہ رہ جاتا یا بعض طلبہ سبق کے سمجھنے سے قاصر رہ جاتے تو آپ مکمل اعتماد کے ساتھ دوبارہ آسان انداز میں سمجھا دیتے، اس طرح اتر پردیش اور کرناٹک میں آپ کے کثیر تلامذہ ہیں اور بعض بعض تو اپنے وقت کے یکتائے روزگار ہیں۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد کی امامت و خطابت:

یہ ۸۵-۱۹۸۴ء کی بات ہے ہم جماعت رابعہ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں بحیثیت طالب علم داخل ہوئے، صوبہ ایک ہونے کے باوجود ہمارے علاقے رامپور اور اعظم گڑھ میں مغربی یوپی اور مشرقی یوپی میں خاصہ فرق ہے۔ ہمارے علاقے میں اعظم گڑھ، منو، بلیا اور دیوریا کے باشندوں کو پروئیے بولتے ہیں، تہذیب و ثقافت میں تو معمولی فرق ہے مگر زبان اور لب و لہجے میں بڑی حد تک فرق ہے۔ ہم لوگ جب شروع شروع میں مبارک پور آئے تو ہم علاقہ طلبہ کے ساتھ یہاں کی زبان پر خاصہ تبصرہ کرتے تھے اور یہاں والے طلبہ ہمارے علاقے خاص طور پر مراد آباد اور رام پور وغیرہ کے باشندوں کے لہجے پر حیرت انگیز تبصرہ کرتے تھے۔ زبانوں کا اصول یہ ہے کہ ہر بیس میل کے بعد لہجہ اور چند الفاظ کے وجود و عدم اور معنیٰ و مراد میں فرق ہوجاتا ہے۔ خیر اسی سال حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت علامہ مولانا کمال اختر قادری بھی جامعہ میں جماعت فضیلت کی تکمیل کے لیے داخل ہوئے، اسے آپ حسنِ اتفاق ہی کہیں گے کہ حضرت ہم سے اعلیٰ جماعت میں تھے مگر رہائش عزیزی ہاسٹل کے ایک ہی کمرے میں ہوگئی، جس کی وجہ سے بہت سے رازہائے پنہاں بھی باہم منکشف ہوجاتے ہیں، اسی برس حضرت علامہ مفتی قطب

mubarakmisbahi@gmail.com

الدین قادری علیہ الرحمہ جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد تشریف لائے تھے حضرت علامہ کمال اختر قادری کے ساتھ انھیں کی جماعت میں ایک باوقار طالب علم حضرت علامہ مولانا اختر حسین حبیبی مصباحی دام ظلہ العالی بھی تھے جو ماشاء اللہ تعالیٰ ان دنوں صدر المدرسین جامعہ بحر العلوم قصبہ سدھور ضلع بارہ بنکی (یو پی) ہیں۔ یہ دونوں جامعہ اسلامیہ روناہی ضلع فیض آباد سے آئے تھے۔ وہ بھی حضرت کے والدِ گرامی کا خوب تذکرہ فرماتے تھے۔ عام طور پر معاملات میں انھیں کے کردار و عمل کو پیش فرماتے تھے۔ حضرت علامہ مفتی قطب الدین قادری علیہ الرحمہ سے ہماری ابتدائی شناسائی کا بھی وہی دور تھا۔ ہمارے محبِ گرامی حضرت علامہ کمال اختر قادری ان دنوں بھی عربی بولنے پر قادر تھے۔ بفضلہ تعالیٰ آپ اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے۔ ان کے ہم جماعت بعض طلبہ درسی کتابیں سمجھنے کے لیے بھی ان کے پاس آتے تھے، بحث و تکرار میں عام طور پر آپ ہی غالب رہتے تھے۔

دیگر طلبہ جو حضرت علیہ الرحمہ سے آشنا تھے وہ بھی گاہے بہ گاہے ان کا ذکر خیر فرماتے رہتے تھے۔ دراصل طالب علمی کے دور کی کچھ باتیں دل کی تختی پر نقش ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد متعدد بار فیض آباد جلسوں اور متعدد کانفرنسوں میں ہمیں مدعو کیا گیا۔ حضرت علامہ مفتی قطب الدین قادری علیہ الرحمہ سے ملاقاتوں کا بھی شرف حاصل کیا، فیض آباد کے دیگر علمائے کرام اور عوام اہلِ سنت بھی حضرت کے تذکار جمیل فرماتے رہتے تھے۔ بہت سے حضرات ان کی علمی اور فقہی کارکردگی اور تبلیغی مردانگی کے بھرپور تذکرے فرماتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا شعبان قادری دام ظلہ العالی نے اپنے تعزیتی بیان میں تحریر فرمایا ہے: ”آپ شہر کے قاضیِ شرع بھی رہے آپ کا فیصلہ اٹل فیصلہ ہوتا تھا، شریعت کی روشنی میں جو فیصلہ آپ کرتے تھے وہ چاہے رویتِ ہلال کے بارے میں ہو یا نکاح و طلاق کے بارے میں وہ ایک مستحکم فیصلہ ہوتا تھا۔“

محبِ گرامی حضرت علامہ کمال اختر قادری دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ: ”ہمارے والدِ گرامی علیہ الرحمہ ۱۹۸۵ء میں فیض آباد بحیثیت خطیب و امام جامع مسجد ٹاٹ شاہ تشریف لے گئے تھے اور فرمایا کہ قریب ۲۰۱۵ء میں اپنے وطن واپس تشریف لے آئے۔“ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمہ لگ بھگ ۳۰ر برس فیض آباد میں مقیم رہے۔ امامت و خطابت، افتا و قضا اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے، کسی بھی علمی شخصیت کے لیے یہ ایک یادگار اور ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ اس طویل مدت میں فیض آباد کے علمائے کرام، ائمۂ عظام اور عوامِ اہلِ سنت نے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جسے آپ کے وصال کے بعد یاد کیا جا رہا ہے۔

محبِ گرامی حضرت مولانا فیاض احمد برکاتی مصباحی دام ظلہ العالی اپنے تعزیتی کلمات میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے دین و سنیت کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں۔ بے شمار باکمال شاگرد اور سیکڑوں پابندِ شرع محبین تیار کیے ہیں جو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ مولانا قطب الدین صاحب نے مصیبت و پریشانی کے حال میں صبر و شکیب کا دامن تھامے رکھا۔ اور ہمیشہ رب کا شکر ادا کیا ہے۔“ (روزنامہ شانِ سدھارتھ، ۲۹ر جولائی ۲۰۲۰)

حج و زیارت کی سعادت:

بفضلہ تعالیٰ حضرت علامہ قدس سرہ العزیز نے اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ ۲۰۰۱ء میں حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی، وہاں کی زیارتوں سے سرشار ہوئے، خوب خوب برکات و حسنات حاصل کیے، بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عشق و محبت میں ڈوب کر صلاۃ و سلام کے نذرانے پیش کیے، ان کے عظیم وسیلے سے جی بھر کے دعائیں مانگیں، شفاعتِ کبریٰ کا مژدۂ جاں فزا حاصل کیا۔ بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ بخیر و عافیت اپنے دولت کدے پر واپس تشریف لائے۔

آقائے دوجہاں، شفاعتِ کبریٰ کے تاج والے ارشاد فرماتے ہیں:

”مَنْ زَارَ تُرْبَتِيْ وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِيْ.“

جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔ عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان اشعار میں ترجمانی فرمائی ہے۔

مَنْ زَارَ تُرْبَتِيْ وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِيْ
ان پر درود جن سے نوید ان بُشر کی ہے
مجرم بلائے آتے ہیں جَاؤُكَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان غریبوں کے در کی ہے

مزید عرض کرتے ہیں۔

لب واہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

بیعت و ارادت:

یہ تو ایک سچائی ہے کہ جن بزرگوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد

رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ اور ان کی اولاد امجاد سے علمی فیوض و برکات اور روحانی معارف حاصل کیے ان میں ایک اہم نام سلطان المناظرین شیرِ بیشۂ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ میں ہوئی، آپ زبردست فاضل و محقق اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی تھے، آپ نے بدمذہبوں سے کثیر فاتحانہ مناظرے فرمائے، کثیر موضوعات پر آپ کی گراں قدر تصنیفات ہیں۔ آپ نے پیلی بھیت یوپی میں ۸؍ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۳؍ جولائی ۱۹۶۰ء میں وصال فرمایا۔ ملک اور بیرونِ ملک آپ کے کثیر مریدین پائے جاتے ہیں، جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور قدس سرہ العزیز سے آپ کے گہرے روابط تھے، آپ نے اپنی اولاد امجاد کو جامعہ اشرفیہ مبارکپور حصول علم کے لیے بھیجا، حضور شیرِ بیشۂ اہلِ سنت خود بھی متعدّد بار جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے۔

حضور حافظِ ملت نے شیرِ بیشۂ اہلِ سنت کی فتح و نصرت اور مقدمۂ بھدرسہ کی کامیابی پر حسب ذیل مکتوب ارسال فرمایا تھا، اسے آپ ملاحظہ فرمائیں:

"حامیِ دینِ متین ، ناصر الاسلام والمسلمین
حضرت شیرِ بیشۂ سنت ، قاطعِ شرنجدیت و دیوبندیت
دامت برکاتہم العالیہ وعمت افاداتکم القدسیہ
السلام علیکم ورحمۃ................

کرمنامہ صادر ہوا، عزیزی عبدالشکور کو مطالعہ کرایا، مکرمی حافظ عبدالحلیم صاحب وغیرہ محبین و مخلصین کو مضمون سے آگاہ کیا، جناب والا کی فتح و ظفر کے سلسلے میں تہنیت و مبارک بادی کی مجلس منعقد ہوئی، طلبہ اور احباب اہلِ سنت شریک تھے، مقدمہ بھدرسہ کی کامیابی پر خوشی منائی گئی، جناب والا کے فضائل و مناقب کا تذکرہ ہوا۔ یہ جلسہ اس دینی خدمت کی کامیابی پر قلبی مسرت کے ساتھ جناب والا کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و مبارک باد پیش کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ اس نازک دور میں اتنی بڑی زبردست کامیابی حضرت شیرِ بیشۂ سنت کے اخلاص و ایثار کی برکت اور اعلیٰ حضرت قبلہ و مظہرِ اعلیٰ حضرت کی کرامت ہے۔ دعا کرتا ہے کہ مولا عزوجل آپ کے ظلِ کرم کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ہمیشہ مظفر و منصور فرمائے۔ آمین۔ طلبہ و محبین و مخلصین سلام عرض کرتے ہیں۔ والسلام

خادم عبدالعزیز عفی عنہ
۴؍ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ
از: مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ"

حضرت علامہ مفتی قاری قطب الدین قادری علیہ الرحمہ بھی حضور شیرِ بیشۂ اہلِ سنت نور اللہ مرقدہ کے دامن سے وابستہ تھے۔ آپ کے مریدین و متوسلین میں تصلب فی الدین بھرپور پایا جاتا تھا، بدمذہبوں سے اتحاد و یگانگت کا کوئی تصور نہیں تھا، بدعقیدوں اور صلح کلیوں کو جوتے کی نوک پر رکھتے تھے۔ یہی حال ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا زندگی بھر رہا۔ حالات کے دباؤ سے کبھی متاثر نہیں ہوئے، احقاق حق اور ابطالِ باطل آپ کے شہرۂ آفاق اوصاف میں سے ایک اہم وصف تھا۔

اولاد کی تعلیم و تربیت:

آپ کا نکاح مسنون اپنے موضع بلہا میں ہوا، ماشاء اللہ تعالیٰ بڑا باعزت خاندان ہے، آپ کے برادرِ نسبتی حضرت مولانا صوفی زبیر احمد رضوی استاذ دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر ضلع بلرام پور ہیں، آپ نیک سیرت، بلند اخلاق اور عالمِ باعمل ہیں۔

آپ کی اولاد کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱)- حضرت علامہ مفتی کمال اختر قادری مصباحی، شیخ الادب دارالعلوم نور الحق، چرہ محمد پور، ضلع ایودھیا۔ (۲)- حضرت قاری فاروق رضا قادری۔ (۳)- حضرت مولانا صغیر احمد جامعی قادری۔ (۴)- حافظ منیر اظہر قادری۔ (۵)- مختار الحسن قادری۔ (۶)- وصی اختر قادری۔ ماشاء اللہ تعالیٰ تین عدد بیٹیاں ہیں۔

آپ کے فرزندان میں ہماری قریبی شناسائی ادیب و خطیب حضرت علامہ کمال اختر قادری مصباحی دام ظلہ العالی سے ہے۔ آپ ماشاء اللہ تعالیٰ باصلاحیت اور احوال پر نظر رکھنے والے خطیب و محقق ہیں۔ درسیات میں بھی انفرادیت رکھتے ہیں۔ اپنے دارالعلوم نور الحق چرہ محمد پور میں صدر شعبۂ ادب ہیں۔ اخلاق و مروت میں بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ہم سے عہدِ طالب علمی ہی سے بے تکلفی ہے۔ آپ پہلے باضابطہ

خطیب نہیں تھے۔ لگ بھگ چودہ سال پہلے کی بات ہے ہم اعلیٰ حضرت کے عرس کے زریں موقع پر بریلی شریف حاضر تھے، شب کا اجلاس تھا۔ ہم دونوں مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے اسٹیج پر موجود تھے، اسٹیج سے ہم دونوں ساتھ ساتھ نیچے اترے، یاد پڑتا ہے شاید حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اسٹیج پر حضرت علامہ کمال اختر قادری دام ظلہ العالی کارضویات ہی کے کسی علمی گوشے پر خطاب ہوا تھا، ہم ان کی خطابت کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں تقریر نہیں کرتا تھا مگر ہمارے بزرگوں کا اس رخ پر بھی کرم ہوا اور میں بولنے لگا اور بفضلہٖ تعالیٰ پروگرام بھی آنے لگے، مبارکپور عہدِ طالب علمی میں ہی میرے بال کچھ سفید ہونے لگے تھے، فراغت کے بعد مزید سفید ہوئے مگر تقریر کی برکت سے بال کالے ہونے لگے، حضرت نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر سر دکھایا کہ آپ دیکھیے اب میرے سر پر کوئی بال سفید ہے؟ ہم نے توجہ سے غور کیا تو واقعی مکمل بال سیاہ تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ بلاشبہ تقریر و خطابت کی برکت ہے۔ ہم نے کہا، نہیں! بلکہ یہ آپ کی مخلصانہ دینی خدمت کی تاثیر اور بزرگوں کا فیضان ہے۔ متعدّد پروگراموں میں ہم دونوں ساتھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھاری آواز عطا فرمائی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ترنم سے جب عاشقِ رسول امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہیں تو پورے مجمع کی سانسیں روک دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ احادیث نبویہ پڑھتے ہیں تو اپنے موضوع کا حق ادا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی علمی، ادبی صلاحیت اور ترنم آمیز خطابت کی صلاحیتوں کی عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین۔

اپنے گھر واپسی اور سفرِ آخرت:

آپ ۲۰۱۵ء میں جامع مسجد ٹاٹ شاہ، فیض آباد کی امامت و خطابت ترک فرما کر اپنے وطن موضع بلہا ضلع بلرامپور تشریف لے آئے تھے، حضرت علامہ کمال اختر قادری مصباحی اور ان کے دیگر برادران آپ کی مکمل خدمت فرما رہے تھے، بڑے اطمینان و سکون سے شرعی احکام و فرائض کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، مطالعۂ کتب کا بھی شوق تھا، اپنے گاؤں اور قرب و جوار کے حضرات کو شرعی مسائل سمجھانا اور انھیں غلط راہوں سے ہٹا کر نیک راہوں کا راہی بنانا آپ کا ہمیشہ کا معمول رہا ہے جواب بھی باقی تھا۔ طبیعت خراب ہوئی حسب ضرورت معالج سے رابطہ کیا مگر مشیت الٰہی یہی ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا علاج ہے مگر موت کا نہیں۔ ہر بندۂ خدا کو موت آنا ہے۔ آپ نے بھی اپنے وقت موعود پر آخری سانس لی اور جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔ اس حادثہ جاں کاہ کی افسوس ناک خبر شناسا حلقوں میں پہنچی، غم و اندوہ کا اظہار کیا گیا، کرونا وائرس کی وبا یوپی میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ عام لوگوں نے آنا جانا بڑی حد تک کم کر دیا ہے۔ کثیر حضرات کا یکجا ہونا بھی صوبائی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

خیر طے شدہ پروگرام کے مطابق ۶/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۲۰۲۰ء تدفین کا دن مقرر کیا گیا، محب گرامی حضرت علامہ کمال اختر قادری نے فرمایا کہ پہلے ہم نے سوچا تھا کہ نمازِ جنازہ ماموں جان حضرت مولانا صوفی زبیر احمد رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھوانا ہے۔ ماموں جان ہمارے استاذِ گرامی بھی ہیں مگر حسنِ اتفاق جلیل القدر بزرگ فاضل حضرت علامہ مفتی الحاج محمد حفیظ اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ تشریف لے آئے یہ ہمارے بزرگ ماموں جان کے استاذ گرامی بھی ہیں اور خود حضرت مفتی صاحب سے ہمارے بھی عقیدت مندانہ تعلقات ہیں۔ اس لیے ان سے ہم نے ادب سے عرض کیا، بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مفتی محمد حفیظ اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ تیار ہو گئے اور انھوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ماشاء اللہ تعالیٰ خاصے علما اور مشائخ تشریف لائے، بڑی تعداد میں عوامِ اہلِ سنت نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ آخر میں بزرگ فاضلِ جلیل حضرت علامہ محمد ایوب رضوی دامت برکاتہم القدسیہ سابق صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ روناہی نے رقت خیز دعائے مغفرت فرمائی۔ نمازِ جنازہ میں چند اہم شرکا کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: حضرت علامہ مفتی محمد مسیح احمد قادری مصباحی، صدر المدرسین دار العلوم انوار القرآن، بلرامپور، حضرت مفتی عبد السلام قادری مصباحی، مفتی شمس القمر علیمی، مولانا شکیل احمد اور مفتی مسیح احمد وغیرہ۔

حضرت علیہ الرحمہ کو ان کے مکان کی بغل میں ان کی ذاتی زمین میں سپردِ خاک کیا گیا، اور انتہائی رنج و غم کے ماحول میں مٹی دے کر سب حضرات اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف واپس ہوئے۔

متاعِ زندگی جس نے لٹا دی جانِ رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کے دینی اور ملی کارناموں کو قبول فرما کر انھیں جزاؤں سے سرفراز فرما، اپنے خصوصی فضل و کرم اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کے تمام صغائر و کبائر کو معاف فرما اور انھیں فردوسِ بریں میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما، ان کی اولاد، اعزّہ و اقارب، تلامذہ اور تمام متعلقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرما۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ☆☆☆

معین العلما

حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمۃ

(ولادت:1956ء--------وصال:2020ء)

از: مبارک حسین مصباحی

معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی کا 29 رمضان المبارک 1441ھ/23 مئی 2020ء میں لگ بھگ ۱۲ر بج کر ۲۵ر منٹ پر ممبئی ہاسپٹل میں وصال پر ملال ہو گیا۔ ہم نے قریب پون بجے شب فیس بک پر یہ اندوہناک خبر پڑھی، مزید یقین کے لیے ممبئی رابطہ کیا، خبر صحیح تھی، ہم نے کلمات استرجاع کے بعد چند سورتیں تلاوت کیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا۔ دل کی بات یہ ہے کہ حضرت کی اچانک جدائی سے ہمیں سخت غم ہوا، آپ سے ہماری کثیر ملاقاتیں تھیں، وہ علم و عمل کے پیکر، بلند اخلاق و کردار کے حامل، دور اندیش، مثبت فکر اور منصوبہ بند شخصیت کے حامل تھے۔

میں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
یہ تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت معین العلما کی ولادت باسعادت موضع جمدا شاہی ضلع بستی یو پی میں 15 مارچ 1959ء میں ہوئی۔ خاندان مذہبی اور دین و سنیت کا پابند تھا۔ والدین کریمین صالح مزاج اور روحانی قدروں کے اداشناس تھے۔ والد ماجد علیہ الرحمہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغِ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ کے سچے مرید اور ٹوٹ کر چاہنے والے تھے۔ حضرت معین العلما کی پرورش اسلامی فکر و مزاج کے ماحول میں ہوئی، آبادی میں بھی موروثی سنیت کی آب و ہوا تھی۔ گاؤں کے اسی خوشگوار ماحول میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ماں کی ممتا ہر لمحہ آپ پر نچھاور رہتی، والد ماجد محترم سیٹھ شمس الحق علیمی مصطفیٰ بازار ممبئی میں "علیمی دربار ہوٹل" چلاتے تھے۔ علما اور مشائخ سے آپ حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ عالی جناب سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم نے اپنے فرزند ارجمند کو مزید تعلیم و تربیت کے لیے ممبئی بلا لیا اور دار العلوم محمدیہ ممبئی میں داخل کرا دیا۔ اس ادارے کے بانی اور شیخ الحدیث خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھا مقدسہ کے چشم و چراغ اشرف العلما حضرت علامہ سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ تھے۔ آپ علم و اخلاق کے پیکر تھے، راقم احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ پر بڑا کرم فرماتے تھے۔ 1371ھ/1952ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ نے قریب 16 برس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے اساتذہ میں جلالۃ العلم حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کا اسم گرامی بڑی اہمیت کا حامل ہے زکریا مسجد کمیٹی کے اصرار پر حضور حافظِ ملت نے آپ کو ممبئی بھیجا۔ زکریا مسجد ممبئی میں آپ نے امامت و خطابت کے فرائض تا حیات انجام دیے۔ 1388ھ میں آپ نے دار العلوم محمدیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ آج اس دار العلوم کے تعلیمی اور تبلیغی اثرات ملک اور بیرون ملک سر کی آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ حضرت معین العلما پر حضور اشرف العلما اور دیگر اساتذۂ کرام بے پناہ کرم فرماتے تھے۔

عالی جناب سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب حضور ممبئی تشریف لے جاتے تو قیام مصطفیٰ بازار میں موصوف کی کھولی میں ہی رہتا۔ خیر اس کی کسی قدر تفصیل ہم آگے کریں گے۔ حضور حافظ ملت نے ممبئی قیام کے دوران سیٹھ مرحوم کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے فرزند ارجمند کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھیج دیں۔ ایک عقل مند انسان کے لیے اتنا ہی اشارہ کافی ہوا۔ حضرت مولانا معین الحق علیمی 1973ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور پہنچ گئے۔ آپ کا جامعہ اشرفیہ میں باضابطہ داخلہ ہو گیا۔ ابو الفیض حضور حافظِ ملت بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے بھرپور توجہ سے مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ درس گاہوں میں پورے انہماک کے ساتھ درسی تقریریں سنتے۔ آپ ایک نستعلیق شخص تھے، چہرے مہرے سے بھی اپنے وجود ناز میں جاذبیت رکھتے تھے،

mubarakmisbahi@gmail.com

رہن سہن میں بھی انفرادیت رکھتے تھے۔ ہم سبق ساتھیوں سے ملنے ملانے کا انداز دل پزیر تھا اور دیگر طالبانِ علومِ نبویہ سے بھی مسکرا کر ملتے تھے۔ آپ کے عہد کے طلبہ جواب بڑی شخصیات ہو چکے ہیں، آپ کے تعلق سے گفتگو ہوئی، سب آپ کی مدح سرائی میں رطب اللسان نظر آئے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ ایک عظیم انسان ہونا تو آسان ہے مگر زندگی بھر اپنی عظمت کو باقی رکھنا یہ بڑی بات ہوتی ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق حسب ذیل علما اور مشائخ آپ کے اساتذۂ کرام ہیں۔

(1)-ابو الفیض جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ [م:یکم جمادی الاخری 1396ھ/31مئی1976ء]

(2)-شمس العلما حضرت علامہ قاضی شمس الدین جعفری جون پوری قدس سرہ، سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ[م:یکم محرم الحرام1400ھ/9نومبر1980ء]

(3)-بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ [م:14 محرم الحرام 1434ھ /29نومبر2012ء]

(4)-قاضیِ شریعت حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمۃ سابق استاذ جامعہ اشرفیہ و ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ[م:7جمادی الاخری 1411ھ/25دسمبر1990ء]

(5)-استاذ القرا حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ مبارک پوری علیہ الرحمۃ [م:1416ھ/15مئی1996ء]

(6)-شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمۃ، سینئر استاذ جامعہ اشرفیہ[14شعبان1432ھ/18جولائی2011ء]

(7)-محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ

(8)-محدثِ جلیل حضرت علامہ حافظ عبد الشکور عزیزی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

(9)-حضرت مولانا اسرار احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ۔

(10)-پیرِ طریقت نصیرِ ملت حضرت علامہ شاہ نصیر الدین عزیزی دامت برکاتہم القدسیہ، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ

(11)-حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ، سابق شیخ الادب جامعہ اشرفیہ۔

آپ کے ذوقِ نظر اور مطالعہ و تحقیق کی وجہ سے عام طور پر اساتذہ آپ سے محبت فرماتے تھے۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کے ہم جماعت علمائے کرام کے اسمائے گرامی پیش کر دیں۔

(1)-حضرت مولانا مفتی محمد قمر الحسن قمر بستوی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ، خطیب وامام مسجد النور، ہوسٹن، امریکہ۔

(2)-ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر علومِ اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی۔

(3)-حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

(4)-حضرت مولانا مجاہد حسین رضوی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ، مفتی واستاذ دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔

(5)-حضرت علامہ خورشید احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ، سابق پرنسپل جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور، ضلع مراد آباد

(6)- حضرت علامہ مفتی ارشاد احمد اشرفی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ سابق استاذ مدرسہ اجمل العلوم، سنبھل

اس پوری جماعت میں ماشاء اللہ تعالیٰ سب اپنے اپنے میدانوں میں بے مثال ہیں بس اتنا کہ کربات ختم کرتا ہوں۔

شکارِ ماہ کہ تسخیرِ آفتاب کروں
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

1979ء میں حضرت معین العلما دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے اہلِ خانہ اور متعلقین نے اپنے اپنے طور پر حد درجہ خوشیوں کا اظہار فرمایا۔

وصالِ پرملال:

فراغت کے بعد آپ ممبئی میں مقیم تھے، بڑوں کا ادب، احباب سے محبت خوب فرماتے تھے، آپ نے ممبئی اور دیگر مقامات کے افراد کو دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی (یوپی) سے بہت قریب کر لیا تھا، آپ کی رہنمائی میں دار العلوم علیمیہ کے لیے بڑا تعاون ہوتا تھا، علیمی برادران ملک اور بیرون ملک اپنے اہم کارناموں سے خوب پہچانے جاتے ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ سے بڑا عقیدت مندانہ رشتہ رکھتے تھے، سربراہِ

اعلیٰ جامعہ اشرفیہ عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سجادہ نشیں خانقاہ عزیزیہ دامت برکاتہم العالیہ سے بھی بے پناہ عقیدت و محبت فرماتے تھے۔ راقم سطور احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ لاک ڈاؤن کے باوجود ناریل باڑی قبرستان میں ادا کی گئی۔ معین المشائخ حضرت علامہ سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ نے امامت فرمائی۔ نماز جنازہ کے بعد حضور معین میاں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کی دائمی جدائی سے ملک اور بیرون ملک ہزاروں علما اور مشائخ متاثر ہیں۔ اہل خانہ، اولاد امجاد اور بڑی تعداد میں اہل سنت و جماعت غمزدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

محمود رام پوری نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

1992ء میں ایک یادگار تاریخی کانفرنس:

حضرت علامہ معین الحق علیمی کی شخصیت و فکر سے ہم بہت پہلے سے واقف ہیں۔ 1992ء میں دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، اپنے معاونین کے ساتھ قیادت فرما رہے تھے حضرت معین العلما، اس تاریخی کانفرنس میں دار العلوم علیمیہ کے سرپرست اعلیٰ، قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ [م: 7 ذی قعدہ 1439ھ/20 جولائی 2018ء]، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ [م: 6 صفر 1421ھ/11 مئی 2000ء]، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری [م: 17 صفر 1423ھ/29 اپریل 2002ء] علیہ الرحمہ، غازی ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی دامت برکاتہم، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ وجاہت رسول تاباں قادری علیہ الرحمہ صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، حضرت علامہ مفتی عبد الحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ، مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ وغیرہ ایک سے ایک یکتائے روزگار شخصیات تھیں۔ حقیر راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ بھی مدعو تھا۔ اس تاریخ ساز کانفرنس کی مکمل قیادت فرما رہے تھے حضرت معین العلما علیہ الرحمہ، جب کہ اراکین، اساتذہ اور دیگر معاونین بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے اپنے محاذوں پر مستعد تھے۔ اس کی بہت سے یادیں ذہن میں اب بھی محفوظ ہیں، **ایک خاص بات یہ تھی کہ ہم نے اپنی زندگی میں پہلی بار حضرت قائد اہل سنت قدس سرہ کی زیارت اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا، ان کی علمی اور نورانی مجلس میں بیٹھ کر استفادہ کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔** آپ نے دستار فضیلت سے شرف یاب ہونے والوں کو بخاری شریف کی تکمیل کا شرف بخشا۔ اس مقدس اور بابرکت مجلس میں طالبان علوم نبویہ کے ساتھ علما اور فضلا بھی جلوہ بار تھے، سب کی نیت فیوض و برکات کے حصول کی تھی۔ اس موقع پر حضرت قائد اہل سنت نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بڑا ایمان افروز خطاب فرمایا۔

ذہن میں صرف مفاہیم تھے عرصۂ دراز کے بعد الفاظ اور جملوں کا محفوظ رہنا ہم جیسوں کے لیے ممکن نہیں پھر بھی ہم نے اپنے انداز میں ان مفاہیم کو بیان کرنے کی سعی کی ہے جسے ذیل میں رقم کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے خطاب میں صحیح بخاری شریف کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ: "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری" یعنی یہ مقدس کتاب احادیث نبویہ کی تمام کتابوں پر فوقیت اور فضیلت رکھتی ہے، بلا شبہہ قرآن عظیم کے بعد یہ مبارک جامع صحیح سب سے افضل ہے، صحت و قوت اور فنی رموز و اسرار کے اعتبار سے یہ سب سے اعلیٰ ہے، یہی مسلک جمہور ہے۔ ہاں یہ بھی صحیح ہے کہ بعض مغاربہ صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دیتے ہیں، مگر حق یہی ہے کہ بخاری شریف کو تمام کتب حدیث پر صحت و قوت کے اعتبار سے ترجیح ہے۔ صحیح مسلم شریف کی فوقیت حسن بیان، جودت وضع، خوبی ترتیب اور اسناد میں دقیق اشارات اور بہترین نکات کی رعایت میں ہے۔ باعتبار صحت کے صحیح بخاری، صحیح مسلم پر بدرجہا فائق ہے۔

آپ نے حضرت امام بخاری کے احوال پر بھی مختصر روشنی ڈالی کہ آپ کی ولادت ماوراء النہر کے معروف شہر بخارا میں 13 شوال المکرم 194ھ میں ہوئی۔ امام بخاری قدس سرہ ابھی عہد طفولیت ہی میں تھے کہ والد گرامی کا سایۂ اقدس سر سے اٹھ گیا۔ آپ کا اسم گرامی

"محمد" ہے، سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم الخ۔ آپ کی پرورش محترمہ والدہ ماجدہ نے فرمائی۔ آپ انتہائی نیک، صالح اور محنتی تھے۔ حیرت انگیز قوت حافظہ پائی تھی، جو بات ایک بار سن لیتے ہمیشہ کے لیے ذہن میں نقش ہو جاتی، آپ نے کبار محدثین سے احادیث نبویہ سماعت فرمائیں۔

آپ کی حیات عشقِ رسول ﷺ کا پیکر تھی، اپنی زندگی میں سخت مشکلات سے گزرنا پڑا، مگر مشکل سے مشکل احوال میں بھی ثابت قدم رہے اور قدم قدم پر شریعت وطریقت کے سخت پابند رہے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہوں میں امام بخاری کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے مزارِ پاک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، کتنی مقدس اور بافیض درگاہ ہے، ہر طرف خوشبو ہی خوشبو تھی۔ **یہ در اصل بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کی مرتب کردہ صحیح البخاری کی حد درجہ مقبولیت ہے۔ یہ تو ایک مسلّم حقیقت ہے کہ آپ کو جب قبر انور میں اتارا گیا تو مزار انور سے مشک سے اعلیٰ خوشبو پھوٹتی تھی۔** آپ کی مقبولیت اور قبر انور سے مشک سے بھی اعلیٰ خوشبو پھوٹنے کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا۔ فیوض وبرکات حاصل کرنے اور مقدس مزار کی مٹی لے جانے کے لیے دور دراز سے لوگ آنے لگے۔ صورتِ حال یہ ہوئی کہ قبر انور میں گڈھا ہو گیا۔ عقیدت کیشوں نے لکڑی کا احاطہ بنوا دیا، پھر شیدائی احاطے کے باہر کی مٹی لے جانے لگے۔ اس کھلی کرامت پر آپ کے بہت سے معاندین بھی آئے اور اظہارِ ندامت کے ساتھ توبہ کی اور اپنی کوتاہ بینی کے لیے معذرت کرتے رہے۔

حضور قائد ملت نے بڑی وضاحت کے ساتھ حسین پیرایہ میں فرمایا کہ ہم نے بہت سے ممالک کا دورہ کیا ہے، بہت سی خوشبوئیں سونگھی ہیں، مگر ہم اس خوشبو کی شناخت نہ کر سکے کہ یہ کون سی خوشبو تھی، وہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو سے اعلیٰ تر تھی۔

آپ نے عاشقِ رسول ﷺ صحیح بخاری کے خوش نصیب مرتب حضرت شاہ محمد بن اسماعیل بخاری قدس سرہ کے مزار اقدس کا ذکر خیر فرمایا، اور فرمایا کہ: ہم نے خود دور سے خوشبو سونگھی تھی اور قریب جا کر ہاتھ میں لے کر اسے سونگھا تو دل و دماغ سرشار ہو گئے۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس یادگار کانفرنس میں بڑی بڑی شخصیات کی زیارت کرنے اور ان سے اکتسابِ فیض کا موقع نصیب ہوا۔ حضرت قائدِ اہلِ سنت کے شیریں لبوں سے قراءت سننے اور ان کا خطاب سماعت کرنے کا شرف حاصل کیا، مختلف اوقات میں دیگر اکابر اور مشائخ کے نصیحت آمیز خطابات سماعت کیے اور کانفرنس کے اختتام کے بعد ہم لوگ حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کی معیت میں مبارک پور کے لیے نکل پڑے۔

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی اور ممبئی آفس میں ہماری حاضریاں:

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی متعدد بار جلسوں میں شرکت کی ایک بار بطور خاص طالبانِ علومِ نبویہ سے خاص موضوع پر خطاب کرنے کے لیے مدعو کیا گیا، داعی تھے پرنسپل حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دام ظلہ العالی، جب کہ دار العلوم کے صدر اعلیٰ حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ بھی جلوہ گر تھے، دار العلوم کے دیگر تمام اکابر اور اساتذہ بھی بے حد محبت فرماتے تھے۔ اس وقت ہم ذکر کریں گے استاذنا المکرم شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ کا، جو پہلے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بڑے استاد تھے اور بعد میں دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی تشریف لے گئے۔

ممدوح مکرم حضرت معین العلما علیہ الرحمہ سے شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لیے علیمی دربار ہوٹل سے متّصل آپ کی نشست گاہ [آفس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی] مصطفیٰ بازار میں حاضری دیتے، حضرت دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتے۔ بعض اوقات دیگر مقامات پر بھی ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا۔ حضرت نے متعدد بار مصطفیٰ بازار کے روڈ پر عاشورۂ محرم میں دس روزہ پروگرام میں بولنے کی دعوت پیش فرمائی مگر افسوس ہم اپنی مصروفیت کی وجہ سے موقع نہیں نکال سکے اور بڑے ادب سے معذرت کر لی۔ آج احساس ہو رہا ہے کہ کاش حاضر ہو جاتے تو کم از کم بارہ دن ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کر لیتے۔ کئی بار دس محرم الحرام کو عرس مبلغِ اسلام قدس سرہ میں تقریر کرنے کا شرف حاصل کیا۔

ایک بار مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی ممبئی میں جلوہ گر تھے، آپ نے باضابطہ دعوت کا اہتمام کیا، ہمیں پہنچنا تھا مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی، وہاں معین العلما علیہ الرحمہ پہلے سے موجود تھے۔ محب گرامی وقار حضرت مولانا محمد عرفان علیمی دام ظلہ العالی بھی تشریف فرما تھے، ہم نے بھی حاضری کا شرف حاصل

کیا، بڑے تپاک سے سب لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، ان تمام بزرگوں نے ایک یادگار اعزازیہ بھی پیش فرمایا، دیر تک جماعت اہلِ سنت اور مدارس کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی، بعد میں ایک ہوٹل میں لذتِ کام ودہن کے لیے بھی لے کر گئے، فجزاهم الله تعالىٰ خير الجزاء۔

معین العلما کی عرس مخدومی میں کچھوچھا مقدسہ آمد:

چند سال پیشتر 25 محرم الحرام کو حضرت معین العلما، حضرت مفتیِ اعظم ہالینڈ، حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، کچھ اور حضرات بھی تھے، حضور معین المشائخ دامت برکاتہم العالیہ کی دعوت پر یہ حضرات کچھوچھا تشریف لائے۔ خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھا مقدسہ کے 25 محرم الحرام کے سجادہ نشین آپ ہی ہوتے ہیں۔ تارک سلطنت غوث العالم مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ کے آستانے پر مین گیٹ کے قریب ایک مجلسِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرس مقدس کا آغاز ہوتا ہے، ہم لوگوں کے بعد مفتیِ اعظم ہالینڈ نے خطاب بھی فرمایا، بعد میں خانقاہ عالیہ میں حضور معین المشائخ کے حجرۂ خاص میں ہم طعامی اور ہم کلامی کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس کے بعد متعدّد ٹی وی اینکر بھی آئے جنھوں نے عرس اور صاحبِ عرس سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے متعلق متعدّد سوالات کیے۔ جواب دینے والوں میں حضور معین المشائخ صاحبِ سجادہ، آپ کے عمِ محترم حضرت سید نظام اشرف اشرفی جیلانی ایڈوکیٹ، معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی، مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی اور راقم حقیر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ وغیرہ تھے۔ یہ ایک روحانی اور عرفانی مجلس تھی جسے تفصیل سے ہم نے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کیا۔

ماہ نامہ "پیامِ حرم" جمدا شاہی کا مبلغِ اسلام نمبر:

چودھویں صدی ہجری کے عظیم ترین داعی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی [متوفیٰ: 1374ھ-1954ء] اور ان کے صاحب زادے قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہما الرحمۃ والرضوان کی حیات، علمی و تبلیغی فتوحات، دینی قیادت، سیاسی بصیرت اور دیگر گراں قدر کارناموں پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہے۔ 912 صفحات کے اس گراں قدر نمبر کی جمع و تدوین کا فریضہ انجام دیا ہے معروف قلم کار حضرت مولانا صادق رضا مصباحی دام ظلہ العالی اور مستند عالمِ دین حضرت مولانا کمال احمد علیمی نظامی دام ظلہ العالی نے اور حق یہ ہے کہ دونوں با صلاحیت علماے کرام نے ترتیب و تدوین کا حق ادا فرما دیا ہے۔

زیرِ سرپرستی ہے مفتیِ اعظم ہالینڈ خطیب و امام طیبہ مسجد ایمسٹرڈم، ہالینڈ۔ بفضلہٖ تعالیٰ مخلص و کرم فرما نے صرف علمی سرپرستی نہیں فرمائی بلکہ اس کے اشاعتی امور میں بھی گراں قدر حصہ لیا ہے۔ دوسرے بڑے معاون ہیں حضرت مولانا عبد الغفار بچن نورانی، ہالینڈ۔

حضرت مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے 1984ء کے نامور اور مقبول ترین فاضل ہیں۔ آپ ماشاء اللہ عہدِ طالب علمی میں بھی حضور عزیزِ ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سے بہت قریب تھے، اپنے ذوقِ علم اور طلبِ فضل کی وجہ سے اپنے اساتذہ کی آنکھوں کی بھی ٹھنڈک تھے۔ جن دنوں حضور حافظِ ملت کے تلمیذ رشید اور مریدِ صادق بدر الافاضل حضرت علامہ شاہ محمد کاظم علی عزیزی علیہ الرحمہ [م: 10 جمادی الثانی 1412ھ/16 دسمبر 1991ء] دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی میں شیخ الحدیث تھے، حضرت مفتیِ اعظم ہالینڈ ثانیہ یا ثالثہ میں زیرِ تعلیم تھے۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرّہ العزیز ایک اہم تقریب میں مدرسہ علیمیہ جمدا شاہی تشریف لے گئے، اسی موقع پر آپ حضور حافظِ ملت کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے، حضرت مفتیِ اعظم ہالینڈ باشعور اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اپنے مرشدِ گرامی کے مرید صادق ہیں، آپ کی تعمیر و ترقی میں حضور حافظِ ملت کی دعاؤں کا بڑا گہرا اثر رہا ہے۔ اسی نسبت و ارادت کی وجہ سے لفظ "عزیزی" آپ نے اپنے اسمِ گرامی کا جز بنا لیا ہے۔

معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ گوناگوں اوصاف و کمالات کی حامل شخصیت تھے، آپ نے اس عظیم نمبر کا سارا اہتمام فرمایا، مضامین، مقالات اور تاثرات حاصل فرمائے اور 2009ء میں دار العلوم علیمیہ میں بین الاقوامی "مبلغِ اسلام سیمینار اور کانفرنس" کرانے کی ساری ذمہ داری سنبھالی اور اپنے اہم معاونین علما اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے اساتذہ سے تمام امور بحسن و خوبی انجام دلوائے۔ اس عظیم و ضخیم نمبر پر نظرِ ثانی کی خدمات ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد نئی دہلی نے انجام دی ہیں۔

آغاز میں "صداے دل" کے عنوان سے حضرت معین العلما علیہ الرحمہ نے چند بنیادی احوال رقم فرمائے ہیں۔ آپ علیہ الرحمہ اپنی کثیر

مصروفیات کی وجہ سے کتابوں کے مصنف تو نہیں ہو سکے، مگر جب لکھتے تھے تو لگتا تھا کہ کوئی قلم کار ہے، زبان و بیان کی پختگی، معروضانہ لب و لہجہ، لگتا تھا فصاحت و بلاغت کے بامِ عروج سے کوئی نہر جاری ہے۔ تحریر کا رخ ہمیشہ مثبت اور تعمیری ہوتا، ان کی شخصیت کا بانکپن ان کی تحریر سے مترشح ہوتا۔ "صدائے دل" واقعی صدائے دل ہے۔

سب سے پہلے آپ نے مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے اجمالی احوال تحریر فرمائے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"ماضی قریب میں رسول اکرم ﷺ کی داعیانہ نیابت کا فریضہ جس حسن و خوبی، بصیرت، حکمتِ عملی اور جذبۂ دینی کے ساتھ مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے انجام دیا اس کی مثال ماضی قریب کی صدیوں میں بھی بمشکل ملتی ہے۔" [ص:۲۰]

آپ علیہ الرحمہ نے حضرت مبلغِ اسلام قدس سرہٗ کے دعوتی خدمات کے وصف کو صدیوں میں ممتاز قرار دیا ہے، بلا شبہ آپ کے اس امتیاز کو اپنوں ہی نے نہیں غیروں نے بھی ببانگ دہل تسلیم کیا ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

" ایک محتاط روایت کے مطابق آپ کے دست حق پرست پر ستّر ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔" [ص:20]

مبلغِ اسلام علیہ الرحمہ نے دعوت و تبلیغ کے لیے کسی ایک علاقے کا انتخاب نہیں فرمایا، بلکہ پوری دنیا کے اکثر علاقے آپ کے تبلیغی مشن کے نشانے تھے، اسی طرح مدعووین کا بھی کوئی مخصوص طبقہ مدِ نظر نہیں بلکہ آپ متعدّد زبانوں میں لکھنے اور خطاب کرنے کی صلاحیت سے لیس تھے۔ آپ نے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سنی، دیوبندی، غیر مقلد، قادیانی اور دہریے، دنیا کا تقریباً ہر فرد آپ کا مخاطب ہوتا، دنیا کے عوام و خواص آپ کے مدعو ہوتے، بعض سامعین الجھانے کی کوشش کرتے مگر آپ خدائی نظامِ تبلیغ { اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ } پر عمل فرماتے تھے۔

اسی طرح آپ کسی ملک کی دعوت کا انتظار نہیں فرماتے، بلکہ آپ کسی ملک میں دعوت و تبلیغ کی ضرورت محسوس فرماتے، تنہا تشریف لے جاتے اور واپس آتے تو آپ کے دعوتی کردار، بلند اخلاق اور تقویٰ شعاری سے متاثر ہو کر شیدائیوں کی ایک بھیڑ آپ کو رخصت کرنے کے لیے آتی۔ آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں مدارس، مساجد، مکاتب، تنظیمیں اور مراکز قائم کیے، جنھوں نے آپ کے عہدِ حیات میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں اور بعد میں آپ کی رہنمائی کے مطابق آگے بڑھتے رہے، یہی حال آپ کے لختِ جگر قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کا رہا ہے۔ عالمی سطح پر اب شہزادۂ قائدِ اہلِ سنت، حضرت علامہ شاہ محمد انس نورانی صدیقی، کراچی، دامت برکاتہم العالیہ بھی اسی ڈگر پر باں فضل و کمال مصروفِ عمل ہیں اور نت نئے میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مبلغِ اسلام اور دار العلوم علیمیہ:

مبلغِ اسلام قدس سرہٗ کے مریدین و متوسلین کی بڑی لمبی تعداد دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود تھی۔ آپ کے ایک مرید صادق جمدا شاہی، بستی کے الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی علیہ الرحمہ تھے، آپ نے مصطفیٰ بازار ممبئی میں علیمی دربار ہوٹل جاری کر رکھا تھا، آپ کی قیام گاہ مصطفیٰ بازار، ممبئی میں خانوادۂ علیمیہ کے مشائخ کی آمد و رفت رہتی تھی، حضرت مبلغِ اسلام سیٹھ مرحوم کو اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح مانتے تھے۔ الحاج سیٹھ علیمی کو مرشد گرامی نے حکم دیا کہ آپ جمدا شاہی، بستی میں ایک دینی ادارہ قائم کریں، آپ نے اپنے احباب سے مشورہ فرما کر 1952ء میں مدرسہ علیمیہ قائم کیا، پھر بعد میں دار العلوم علیمیہ ہو گیا۔ محبِ گرامی حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ پیامِ حرم تحریر فرماتے ہیں:

" ہندوستان میں مبلغ اسلام کے چہیتے مرید الحاج شمس الحق علیمی مرحوم ساکن جمدا شاہی ضلع بستی یو پی، صدر اول دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بانی علیمی دربار ہوٹل، مصطفی بازار ممبئی، والد حضرت مولانا معین الحق علیمی کو مبلغ اسلام سے فریفتگی کی حد تک تعلق خاطر تھا، مبلغ اسلام بھی انھیں بہت چاہتے تھے، دونوں کے تعلق اور اپنائیت کا عالم یہ تھا کہ اس تعلق کے آگے کبھی کبھی باپ بیٹے کا تعلق بھی پھیکا دکھائی دیتا ہے۔ مبلغ اسلام الحاج شمس الحق علیمی کو بیٹا ہی کہتے تھے اور خطوط میں بیٹا ہی لکھتے اور سلوک اور اعتماد بھی بیٹے جیسا ہی فرماتے تھے۔ چناں چہ مبلغ اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی ملک میں تبلیغ کے لیے جانے کے واسطے کرایے اور دیگر اخراجات کا انتظام کر لیتے تو ایک خاص خدمت

کے لیے اپنے اس چہیتے مرید کو خط لکھتے کہ:

"بیٹا شمس الحق! فلاں تاریخ کو فلاں جگہ جانے کا پروگرام بن چکا ہے، جانے سے پہلے سفر کے لیے اتنے جوڑے کپڑے سلوا کر تیار کر دینا۔"

حضرت علامہ اعظمی مزید تحریر فرماتے ہیں:

" الحاج شمس الحق علیمی اور ان کے رفقانے مبلغ اسلام ہی کی ایما پر جمد اشاہی کی سرزمین پر 1952ء میں علیمیہ کے نام سے ایک ابتدائی مدرسے کی بنیاد ڈالی جوان لوگوں کے اخلاص و محنت کی برکت سے آج **ہندوستان میں مدارس کی دنیا میں اپنی علمی خصوصیات کی بنا پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے بعد دوسری حیثیت کا ادارہ تصور کیا جاتا ہے۔**

الحاج شمس الحق علیمی کے دیگر رفقائے کارواں میں ایک بہت خاص نام الحاج غلام مصطفیٰ رضوی کا بھی آتا ہے، جنھوں نے دار العلوم کے لیے اپنی تجوری کا منہ کھول رکھا تھا، وہ کہتے تھے کہ "ہم علیمیہ کو نہیں چلاتے بلکہ علیمیہ ہمیں چلاتا ہے"، وہ یہ بھی کہتے تھے کہ "علیمیہ میرا معشوق ہے"۔ ان دونوں حضرات کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں، ان دونوں کی دلچسپی کی بنا پر مدرسہ علیمیہ دار العلوم علیمیہ بنا، دونوں کے ذہن وفکر پر ہر دم علیمیہ ہی چھایا رہتا تھا، دار العلوم علیمیہ کی موجودہ تعلیمی و تعمیری پوزیشن سے یقیناً دونوں کی روحیں عالم بالا میں بے حد مسرور و شاداں ہوں گی کیوں علیمیہ ان دونوں کی محبتوں کا ایک حسین تاج محل ہے۔ الحاج شمس الحق قیام سے لے کر تاحیات ایک متحرک صدر اعلیٰ رہے اور الحاج غلام مصطفیٰ رضوی مرحوم تاحیات خازن کے عہدے پر خدمت کرتے رہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ جزاء وفاقا۔"

حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت کا فیضان:

دار العلوم علیمیہ کے صحن کے مغربی حصے میں استاذ العلما حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور علیہ الرحمہ نے 25 ذی الحجہ 1384ھ مطابق 1964ء کو "نورانی مسجد" کا سنگ بنیاد رکھا، جس کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی، مگر جب دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی باضابطہ قائم ہو گیا اور طالبانِ علومِ نبویہ کی کثرت ہو گئی تو یہ نورانی مسجد تنگ ہو گئی، اس لیے 1972ء میں صحن مسجد کی توسیع اور منارے کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ حضور حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے وجود فیض سے متعدد بار اس ادارے کو سرفراز فرمایا۔

5 جولائی 2020ء کو لگ بھگ تین بج کر تیس منٹ پر مفتی اعظم ہالینڈ کی ہالینڈ سے کال آئی، سلام اور باہمی خیریت دریافت کرنے کے بعد پہلے تو ہم نے حضرت معین العلما علیہ الرحمہ کی تعزیت پیش کی، دونوں ہی نے اظہارِ غم فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے ہمیں مبارک باد دینا شروع فرمایا، دراصل ہوا یہ تھا کہ **دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی کے ارکین، اساتذہ اور محبین نے باتفاق رائے آپ کو دار العلوم علیمیہ کا "سربراہِ اعلیٰ" منتخب فرمایا ہے۔** یہ خوش خبری ہمیں حضرت مولانا محمد عرفان علیمی دام ظلہ العالی نے ایک روز قبل عطا فرمائی تھی۔ ہم نے خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا تھا، ان شاء اللہ کل صبح 4 جولائی 2020ء کو ہم ہدیۂ تبریک جاری کر دیں گے۔ خیر صبح ہی کو ہم نے "تبریک نامہ" جاری کر دیا۔ روزنامہ شانِ سدھارتھ، روز نامہ انقلاب اور دیگر اخباروں میں شائع ہوا۔ ایک کاپی محب گرامی حضرت مولانا محمد عرفان علیمی کو روانہ کر دی، انھوں نے بھی ممبئی میں چند اخباروں میں دے دیا۔ ایک کاپی حضرت مفتی اعظم ہالینڈ کی بارگاہ میں ارسال کر دی، ہو سکتا ہے کسی اخبار کو آن لائن بھی مشاہدہ فرمایا ہو، حضرت نے مشاہدہ فرمانے کے بعد کال فرمائی اور میری تحریر پر مجھے ہدیۂ تبریک سے نوازنا شروع فرما دیا۔ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم۔

محب گرامی وقار حضرت مولانا محمد صدام حسین برکاتی مصباحی دام ظلہ العالی خطیب و امام ساؤتھ افریقہ نے اس تبریک نامہ کی انگریزی فرما دی اور بڑی محبت سے عالمی میڈیا میں نشر فرما دیا، اس کی ایک کاپی وہاٹس ایپ پر ہمیں بھی بھیج دی۔

حضرت نے بطور خاص حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے بارے میں ہمارے دریافت کرنے پر فرمایا کہ الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم بلاشبہ مرید صادق تو حضور مبلغ اسلام کے تھے، مگر حضور حافظِ ملت سے بھی حد درجہ محبت فرماتے تھے، تقریب چھوٹی ہو یا بڑی، حضور حافظ ملت سے پہلے تاریخ لی جاتی تھی، اگرچہ حضور حافظ ملت اپنے متواضع مزاج کی وجہ سے اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ 4 یا 5 دفعہ تو ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ حضور حافظ ملت مدرسہ

علیمیہ جمدا شاہی تشریف لائے، مگر یہ تو ہماری معلومات ہے، حضور حافظ ملت اور بانی مدرسہ علیمیہ کے درمیان جو تعلق خاطر تھا اس سے لگتا یہی ہے کہ زیادہ بار تشریف لے گئے ہوں گے۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا: کہ الحاج شمس الحق علیمی مرحوم پہلے ممبئی تشریف لے گئے تھے، مصطفےٰ بازار ممبئی میں آپ نے علیمی دربار ہوٹل جاری فرمایا جو ماشاء اللہ تعالیٰ مزید ترقی کے ساتھ آج تک جاری ہے۔ وہاں حاجی صاحب کی ایک کھولی تھی، حضور حافظ ملت جب بھی ممبئی تشریف لے جاتے، آپ کا قیام اسی کھولی میں ہوتا، سیٹھ صاحب اتنے دنوں کے لیے اپنی فیملی دوسری جگہ منتقل فرما دیتے تھے، آپ نے فرمایا: کہ حضور حافظ ملت وہاں موجود چوکی پر آرام فرماتے۔ آپ کے ساتھ کبھی کبھی دیگر علما ہوتے یا ممبئی دورے پر آئے ہوتے تو وہ حضرات اگر وہاں آرام کرتے تو ان کے بستر نیچے لگتے ان میں بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ [م:1432ھ/2012ء]، معروف شاعر عالی جناب بیکلؔ اتساہی سابق ایم پی علیہ الرحمہ [م: 2016ء]، ہر دلعزیز خطیب حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دامت برکاتہم العالیہ وغیرہ۔ دیگر تشریف لانے والوں میں پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ [م: ربیع الثانی 1411ھ 29 اکتوبر 1991ء]، حضرت مولانا نسیم بستوی علیہ الرحمہ وغیرہ۔ حضور حافظ ملت نے عاشورہ محرم میں دس روزہ پروگرام میں بھی دو ایک بار مصطفیٰ بازار میں سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کی دعوت پر خطابات فرمائے اور حد درجہ دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ الحاج شمس الحق علیمی مرحوم حضور حافظِ ملت سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے تھے، ایک حضرت کا ذکر فرمایا کہ حضرت حافظ ملت نے ان سے ملنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو سیٹھ صاحب نے معروضانہ انداز میں ادب سے عرض کیا کہ آپ تشریف نہ لے جائیں تو بہتر ہوگا مگر حضور حافظ ملت اپنے عزم کے پکے اور اخلاص و عقیدت کے پیکر تھے آپ نے جاکر شرفِ نیاز حاصل فرمایا مگر......

حضرت نے اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مدرسہ علیمیہ جمدا شاہی کے تعلیم وتربیت، اساتذہ کے رکھنے وغیرہ کے سارے مسائل حضور حافظِ ملت کے مخلصانہ مشوروں سے طے ہوتے تھے۔ آپ نے ایک ایسے ہی استاذ کا ذکر فرمایا کہ مدرسہ علیمیہ میں رکھ لیا گیا، حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ ان دنوں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیرِ تعلیم تھے انھیں جب معلوم ہوا تو اپنے والدِ گرامی الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کے پاس اسی وقت مکتوب روانہ فرمایا، سیٹھ صاحب نے اسی مکتوب کے ساتھ اپنا ایک خط لگاکر مدرسہ علیمیہ جمدا شاہی روانہ فرمایا اور آں جناب کو اسی وقت جمدا شاہی کے مدرسہ سے نوٹس دے دیا گیا۔ یہ ان کی بے پناہ عقیدت و محبت کی ایک مثال تھی۔ صاحبزادۂ والا تبار کی تعلیم وتربیت میں بھی حضور حافظ ملت قدس سرہٗ اور حضور عزیزِ ملت دامت برکاتہم العالیہ کی بے پناہ کاوشیں تھیں۔ حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ملال کے بعد یہی حال دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے ذمہ داروں کا حضور عزیزِ ملت کے ساتھ بھی رہا جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ ایک بار کے علاوہ کبھی نہیں ہوا کہ حضور عزیزِ ملت کو دعوت نہیں ملی ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیائے سنیت کے تمام مدارس اور جامعات کو شیر وشکر رکھے اور خاص طور پر جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی کو۔

آپ نے خانوادۂ رضویہ میں سرکار مفتیِ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا ذکرِ خیر بھی فرمایا اور ان کی نوازشوں کی دلکش داستان بھی بڑی عقیدت و احترام سے بیان فرمائی۔

عمارت کی تعمیر کے تعلق سے مدرسہ علیمیہ کے سرپرست پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے 1976ء میں فرمایا تھا۔

”دو ولیِ برحق عارف باللہ حضور مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف اور حضرت حافظِ ملت مبارک پور علیہم الرحمہ کے قدم پڑے تو جیسے زمین کی تہ میں کوئی عمارت چھپی تھی، وہ ابھر کر زمین کے اوپر آگئی۔ چنانچہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء، 1973ء، 1974ء چار سال مسلسل ادارے کے سالانہ جلسے میں تشریف لاکر عام وخاص کو فیضیاب فرماتے رہے۔“

(مبلغ اسلام نمبر، ص:856)

معین العلما کی اعلیٰ صدارت اور وسیع خدمات:

الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم دار العلوم علیمیہ کے تاحیات

صدر رہے، ان کے وصال کے بعد ان کے لختِ جگر حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمۃ اس کے صدر رہے۔

آپ کی محنت اور تدبیر سے اس دار العلوم کا الحاق ہند کی متعدّد یونیورسٹیز سے ہوگیا ہے، جامع ازہر مصر میں بھی اس کی اسناد کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ آپ کے دورِ صدارت میں 48 کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان درس گاہ کی تعمیر مکمل ہوئی، دیگر قابلِ ذکر تعمیری خدمات بھی ہوتی رہی ہیں۔

معین العلما اپنے عہد کی نام ور شخصیت تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ سے بیعت تھے، آپ اپنے مرشدِ گرامی کی حد درجہ معتقد اور شیدائی اور فدائی تھے۔ آپ کے مرشدِ گرامی کا وصال پر ملال 16 شوال المکرم 1424ھ مطابق 11 دسمبر 2003ء میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت سے بھی خوب نوازا تھا، فراخ دل، کشادہ دست اور فیاض مزاج تھے۔ عام طور پر غریبوں اور پرشاں حالوں کی مدد فرماتے تھے۔ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی اور دیگر مدارس و جامعات پر بھی خوب خرچ فرماتے تھے، فاضلِ اشرفیہ مبارک پور تھے، علمی اور دینی مزاج تھا، علما اور مشائخ سے گہرے روابط رہتے تھے، اہلِ علم اور اہلِ فضل آپ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ آپ بھی حسب حیثیت سب کی خدمت فرماتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق فطری تھا، مگر مصروفیت کی وجہ سے قلم و خطابت کے میدان میں نہیں آسکے مگر صلاحیت اور فکر و تدبر کا ایک عالم معترف تھا، جب کسی موضوع پر قلم چلاتے تو لگتا تھا کوئی منجھے منجھائے قلم کار ہیں۔ تحریر میں شگفتگی اور دلکشی ہوتی تھی، اسلوب میں جامعیت اور فکر میں معنیٰ خیزی ہوتی تھی، کسی بھی موضوع پر لکھتے تو بڑی حد تک موضوع کا احاطہ فرمالیتے تھے۔ معروف اہلِ قلم سے بھر پور روابط تھے۔ ماہ نامہ "پیامِ حرم" جمداشاہی آپ ہی کے زیرِ اہتمام نکلتا تھا۔ اسی رسالہ کا شہرہ آفاق نمبر "مبلغ اسلام حیات و خدمات" شائع ہوا۔ خود تو ضروری عنوانات پر تحریر فرمایا مگر باکمال اہلِ قلم سے اس کی ترتیب و اشاعت کرائی، یہ ایک اہم خدمت ہے جسے صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ آپ نے دار العلوم علیمیہ جمداشاہی کی صدارت سنبھالی تو حق یہ ہے کہ حق ادا فرمادیا۔ یہ آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ یہ دار العلوم علیمیہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعد کھڑا ہوگیا۔ آج دینی اور عصری میدانوں میں ان کی شدید ضرورت تھی، خاص طور پر دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ان کو قدم قدم پر تلاش کرے گا۔ آہ افسوس! وہ ہزاروں کو غم زدہ کرکے اس فانی دنیا سے دارِ بقا کی جانب چل بسے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آپ کے وصال سے ملک اور بیرونِ ملک غم و ندوہ کی لہر دوڑ گئی، شہزادۂ حضور حافظِ ملت حضرت عزیزِ ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، شہزادۂ قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ محمد انس قادری دامت برکاتہم العالیہ، رئیسِ ملت حضرت سید شاہ محمد رئیس میاں اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ کھمبات شریف، معین المشائخ حضرت علامہ سید معین الدین اشرف سجادہ نشیں کچھوچھا مقدسہ، امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ ابوبلال محمد الیاس عطار قادری سرپرست اعلیٰ دعوت اسلامی کراچی وغیرہ اکابر اور مشائخ نے گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا اور ان کے لیے خوب خوب مغفرت کی دعائیں فرمائیں۔

بفضلہ تعالیٰ ہم نے بھی تعزیت نامہ تحریر کیا جو متعدّد اردو اخبارات اور ماہ نامہ اشرفیہ مئی 2020ء میں شائع ہوا۔ رئیس العلما حضرت علامہ سید شاہ جامی میاں دامت برکاتہم العالیہ نے Mirani Network کھمبات شریف گجرات سے 29 رمضان المبارک 1441ھ حضرت معین العلما علیہ الرحمۃ کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک Online پروگرام نشر فرمایا جس میں چند دیگر اکابر کے ساتھ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے خاص فضل و کرم سے آپ علیہ الرحمۃ کی خوب خوب مغفرت فرمائے، اہلیہ محترمہ، تینوں فرزند وں اور دختر نیک اختر اور تمام پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ 29 رمضان المبارک شب وصال ہے، اس مقدس تاریخ کی برکتوں سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے چھوٹے ہوئے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنے حبیب کے طفیل کوئی نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

نامورفاضلِ اشرفیہ

حضرت مولانا مفتی معراج عالم مصباحی

از: مبارک حسین مصباحی

انتہائی غم انگیز خبر ہے کہ حضرت مولانا مفتی معراج عالم مصباحی بروز جمعہ 4 بجے شام 2 ذی الحجہ 1441ھ/24 جولائی 2020ء قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ہم در اصل بعد نمازِ عصر فیس بک دیکھ رہے تھے کہ اچانک حضرت مولانا صادق رضا مصباحی کی پوسٹ پر نظر پڑی جس میں حضرت کے وصال پر ملال کی افسوس ناک خبر تھی، ہم نے اسی وقت کلماتِ استرجاع پڑھے، جان کر حد درجہ غم ہوا، ماشاء اللہ تعالیٰ نیک، صالح، بلند اخلاق تھے، دعوت وتبلیغ کے پیکر اور تدریسی صلاحیتوں کے حامل تھے، اسی وقت انھیں ایصالِ ثواب کیا، اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو اپنی بارگاہِ عالی جاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، ان کی چھوٹی موٹی، جانے انجانے کی خطاؤں کو معاف فرمائے، اپنے خصوصی فضل و کرم سے ان کی بھر پور مغفرت فرمائے۔ آمین۔

نوجوان فاضلِ جلیل حضرت مولانا مفتی معراج عالم انصاری مصباحی نواری بازار، پوسٹ جہاں گیر گنج، ضلع امبیڈکر نگر (یوپی) کے باشندے تھے۔آپ کی ولادت باسعادت 3 مارچ 1979ء میں ہوئی، والد گرامی کا نام جناب شہاب الدین ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد آپ خاکِ ہند کی سب سے بڑی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے، وہاں بڑی محنت سے مطالعہ فرماتے، مختلف جہتوں سے اساتذہ کا قرب حاصل کرتے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ فرمانے کی کوشش فرماتے، 1998ء میں عرس حضور حافظ ملت کے بابرکت موقع پر آپ کی دستارِ فضیلت ہوئی۔

نورانی گول چہرہ، پرکشش آنکھیں، مسکراتے ہوئے پتلے پتلے لب، متوسط گٹھیلا بدن اور بلند اخلاقی میں اپنی ایک مثال تھے، ملاقات کے وقت وہ دست بوسی کی کوشش کرتے مگر ہم ہمیشہ انھیں سینے سے لگا لیتے۔

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

آپ کے اساتذۂ کرام میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، نصیرِ ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی علیہ الرحمہ، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا اسرار احمد مصباحی، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ وغیرہ۔

آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں حضرت مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت مولانا طارق انور مصباحی، استاذ جامعہ سعدیہ عربیہ، کاسر گوڈ، کیرلا، حضرت مولانا نعمان اختر فائق الجمالی مصباحی، مہتمم دار العلوم فیض الباری، نوادہ، بہار، حضرت مولانا مفتی شمس الحق خاں مصباحی، بانی و مہتمم جامعہ امام احمد رضا، جنوبی افریقہ وغیرہ۔

آپ برسوں تک دار العلوم اہلِ سنت جبل پور (ایم.پی.) میں صدر المدرسین رہے۔آپ نے بڑی سادہ لوحی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ وہاں دین وسنیت کی خدمات انجام دیں، آپ نے اپنے دلِ درد مند سے شہر جبل پور اور قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیے، آپ سے وابستہ افراد تقریباً اپنے ہر معاملے میں آپ سے مشورے کرتے اور آپ کے پیش کردہ خطوط پر عمل کرنے کی کوشش کرتے، آپ نے جبل پور میں علم ودین کے فروغ کے لیے بھی بڑی جدوجہد فرمائی، آپ نے اپنے مدرسے کے طلبہ کے ساتھ جس محبت اور شفقت کا ثبوت پیش فرمایا اس کی اپنی ایک مثال ہے وہ جو کل طلبہ تھے اب بڑے بڑے علما اور ائمہ بن کر آپ کی نوازشوں کو یاد کرتے ہیں۔ اب جب جبل پور کے علما اور عوام آپ کی دائمی جدائی کے بارے میں سنیں گے تو ان کی بے قراری کا عالم کتنا افسوس ناک ہوگا۔

ہم جبل پور متعدد بار حاضر ہوئے، ہماری آمد و رفت دعوت وتبلیغ ہی کے نقطۂ نظر سے ہوئی ہے۔ جبل پور میں ہم اہلِ سنت کے لیے سب سے خاص بات تو یہ ہے کہ وہاں خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ حکیم مفتی عبد السلام جبل پوری قدس سرہ العزیز [وصال: 14 جمادی الاولیٰ 1372ھ / 11 فروری 1952ء] اور ان کے لختِ جگر برہانِ ملت حضرت علامہ شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی [وصال: 26 ربیع الاول 1405ھ/20

mubarakmisbahi@gmail.com

دسمبر 1985ء] آخری خلیفۂ اعلیٰ حضرت کی قیام گاہیں اور ان حضرات مشائخ اور دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں، یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جہاں امام احمد رضا محدث بریلوی، قدس سرہٗ حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا بریلوی، شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی وغیرہ کی کثیر آمد و رفت رہتی تھی، ایک بار تو اعلیٰ حضرت نے اپنے شہزادگان، چند اہم تلامذہ اور کچھ خدام کے ساتھ قریب مہینے بھر قیام فرمایا۔

جبل پور میں ایک اور منفرد شخصیت تھی جنھوں نے برسوں تک دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں تعلیم و تربیت حاصل فرمائی، انھوں نے کتابیں بھی کثیر لکھیں جن کا اسم گرامی ہے حضرت مولانا مفتی شاہ محمد قاسم میاں علیہ الرحمۃ والرضوان، ان کی بہت سی خصوصیات تھیں۔ ان سے بھی ہماری متعدّد بار ملاقاتیں ہیں حضرت ہر ملاقات میں اپنی کچھ تصانیف عنایت فرماتے تھے، اب وہ دنیا چھوڑ کر دائمی زندگی کی طرف تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، آمین۔

جی ہاں ہمیں عرض کرنا یہ تھا کہ ایک دفعہ محب مکرم حضرت مولانا مفتی معراج عالم مصباحی علیہ الرحمہ کی دعوت پر ہم جبل پور حاضر ہوئے، ماشاءاللہ تعالیٰ شاندار پروگرام ہوا، سامعین اور منتظمین بھی خوش تھے۔ دوسرے دن حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت! ایک پروگرام اور کرنا ہے مگر شرط یہ ہے خطیب الہند حضرت مولانا عبیداللہ خاں اعظمی ممبر آف پارلیمنٹ کو بھی مدعو کرنا ہے اور یہ دعوت دینے کی ساری ذمہ داری آپ کی ہے، ہم نے عرض کیا کہ آپ تاریخ فائنل کر دیجیے اسی روشنی میں ان سے بات کر لیتے ہیں، اگر تاریخ خالی ہوگی تو ان شاءاللہ تعالیٰ ضرور تشریف لائیں گے اور اگر خالی نہیں ہوگی تو تقدیم و تاخیر ہوجائے گی، خیر ایک تاریخ طے کر کے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ہمیں بتائی، حضرت خطیب الہند دامت برکاتہم العالیہ سے اسی وقت وہیں گفتگو ہوئی، حسنِ اتفاق تاریخ خالی تھی حضرت نے محبت اور نوازش فرماتے ہوئے تاریخ عطا فرمادی، طے شدہ تاریخ پر شاندار پروگرام ہوا، اس میں کوئی شبہ نہیں خطابت میں آج بھی ہمارے حضرت کا جواب نہیں۔ ہم لوگ کتنا بھی مطالعہ کر کے بولیں مگر حضرت خطیب الہند کے چند جملے سب پر بھاری ہوجاتے ہیں۔ اس پروگرام میں احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کو بھی شرکت کا موقع نصیب ہوا تھا۔ نعیم ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی استاذ جامعہ اشرفیہ بھی مدعو تھے، ان کا بھی شاندار خطاب ہوا۔

حضرت مولانا مفتی معراج عالم مصباحی علیہ الرحمہ نے جبل پور اور قرب و جوار میں بڑی خدمات انجام دیں، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، بلند کردار و اخلاق کے ساتھ اہلِ شہر سے رابطے رکھنا اور دینی و ملی ضرورت کے موقع پر ہر محاذ پر کھڑا ہوجانا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے، کوئی جلسہ کرانا ہو، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوشیوں کا موقع ہو، محرم الحرام کا مہینہ ہو، مدارس میں دستار بندی کے مواقع ہوں ہر موڑ پر آپ کی ضرورت پڑتی، بڑی بات یہ تھی کہ آپ وقت پر کام آجاتے تھے، خطبا اور شعرا سے آپ کے روابط ہوگئے تھے اسی کے ساتھ مشائخ سے بھی آپ کے عقیدت مندانہ روابط تھے جو شخص کسی میدان میں رہتا ہے اسے ہر نزاکت کا مکمل احساس ہوجاتا ہے۔ فاضلِ اشرفیہ ہونا بھی آپ کی اہمیت کی بڑی وجہ تھی، آپ اپنے شناسا حلقوں میں معتبر تھے، ۱۹۹۸ء میں آپ کی فراغت ہوئی تھی اتنی کم مدت میں مقام اعتبار حاصل کر لینا بڑی بات ہے۔

اس کے بعد آپ دارالعلوم عربیہ اہلِ سنت مصباح العلوم، بدھیانی، خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) تشریف لے آئے، یہاں تشریف لانے کی پہلی وجہ تو اپنے وطن سے قریب ہونا تھا اور دوسری خاص وجہ گورنمنٹ سروس تھی،۔ آپ نے اس دارالعلوم میں تشریف لاکر گراں قدر تدریسی کارنامے انجام دیے، آپ کے یہاں بھی اچھے اور گہرے اثرات تھے۔

آپ کو شوگر وغیرہ کی شکایت ہوگئی تھی ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا، مگر حضرت کے ہم جماعت محب گرامی حضرت مولانا ساجد علی مصباحی دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ ان کی کڈنی بھی متاثر ہوگئی تھی، خیر وجوہات جو بھی ہوں آپ لکھنؤ ہاسپیٹل میں ایڈمٹ تھے، آپ کی طبیعت ادھر ادھر ہوتی رہی، اعزّہ و اقارب اپنے طور پر لگے رہے، دعائیں بھی ہوتی رہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت متعیّن ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" الاعراف، 34

ترجمہ: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے نہ آگے۔

شام چار بجے سے پہلے آپ نے لکھنؤ ہاسپیٹل میں آخری سانس لی، آپ کے جنازے کو اپنے گھر لایا گیا، تمام آخری رسوم ادا کرنے کے بعد اپنے آبائی قبرستان میں انتہائی غمزدہ ماحول میں تدفین ہوئی۔ آپ کے والدینِ کریمین، اہلیہ محترمہ، چند چھوٹے بچے اور دیگر اہلِ خانہ آپ کے پسماندگان ہیں، آپ کے تلامذہ، اعزّہ و اقارب اور مشائخ و اساتذہ سبھی غم زدہ ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلسل دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کی نیکیوں کا بدلہ اپنی شانِ کریمی کے مطابق عطا فرمائے، آپ کے تمام پسماندگان کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبك سید المرسلین علیه الصلوٰۃ والتسلیم۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نقدونظر

بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی، احوال وآثار
ایک مطالعہ

از: محمد شہروز مصباحی

بارسوئی ریلوے اسٹیشن اور مولانا پور گانو کے بیچ رگھوناتھ پور نامی ایک گانو آباد ہے۔ میں اپنی ملازمت کی وجہ سے تقریباتین سال سے بارسوئی بازار میں مقیم ہوں۔ مجھے رگھوناتھ پور سے واقفیت نا ہو، ایسا ممکن نہیں۔ مولانا ابرار رضا مصباحی سے زمانہ طالب علمی سے واقف ہوں۔ اس وقت وہ طالب علم تھے مگر اب ایک پروفیسر کی زبانی۔ "جناب ابرار رضا مصباحی ہیں جو صوفیت کے اصول اور شرع سے بخوبی واقف ہیں اور میدان تحریر کے ایک خاموش سپاہی ہیں جو برمحل اپنی قلمی صلاحیت کا استعمال خوب کرتے ہیں۔" (پروفیسر جمال نصرت لکھنوی)

مولانا ابرار رضا مصباحی اس وقت شاہ عبد العلیم آسی فاونڈیشن دہلی کے کرتا دھرتا ہیں۔ تقریبا درجن بھر کتابوں کے مصنف، مولف، مرتب اور مترجم ہیں۔ یہ مولانا ابرار اسی رگھوناتھ پور سے تعلق رکھتے ہیں، اس کا علم کورونا لاک ڈاون کے درمیان ہوا۔ راستے میں ایک دوسرے کو گزرتے دیکھا۔ فون پر گفتگو ہوئی۔ آخر کار سربستہ راز کھل ہی گیا کہ اس سپوت کو رگھوناتھ پور ہی نے پال پوس کر بڑا کیا ہے۔

10 اگست 2020 کو بعد نماز عصر اپنی پہلی زیر ترتیب کاوش "تاریخ موہنا" کی کتابت و اشاعت پر مشورہ کے لئے ان کے گھر آدھمکا۔ مولانا جتنے گفتار کے اخلاقی ہیں اس سے زیادہ کہیں کردار سے با اخلاق ثابت ہوئے۔ کاجو، بسکٹ، دال موٹھ، کیک، آلو چیپس وغیرہ سے بھری تشتری اور چائے پانی سے ضیافت ہوئی۔ حالات حاضرہ پر علمی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ لاک ڈاون کے دوران کی کارکردگیوں پر تبصرہ ہوا۔ اس لاک ڈاون کا علمی فائدہ کسی نے اٹھایا ہو یا نا اٹھایا ہو پر مصباحی صاحب نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مفتی عبید الرحمان رشیدی مدظلہ کے نام آئے ہوئے یا ان کے بھیجے ہوئے خطوط کی حصولیابی میں بڑی تگ و دو کی۔ یہ خطوط عن قریب منظر عام پر آنے والے ہیں۔ مغرب تک گفت و شنید ہوئی۔ مغرب کی ادائیگی وہیں گھر پر ہوئی۔ وقت رخصت کچھ کتابوں کا تحفہ بھی ملا۔ کتابیں یہ ہیں:

(1) تذکرہ مشائخ رشیدیہ معروف بہ "سمات الاخیار" تصنیف: مولانا عبد المجید کاتب رشیدی۔ تحقیق، تدوین و تحشیہ: ڈاکٹر خوشتر نورانی
(2) بوستان آسی اول، دوم — ترتیب و تدوین: مولانا ابرار رضا مصباحی
(3) دیوان آسی المعروف بہ عین المعارف — از: حضرت آسی غازی پوری
(4) شرح قصیدہ غوثیہ (مع ترجمہ اردو) — تصنیف: قمر الحق شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری۔ ترجمہ: فخر الحسن رشیدی
(5) حضرت شاہ طیب بنارسی: شخصیت اور کارنامے — تصنیف: مولانا ابرار رضا مصباحی
(6) بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی: احوال و آثار — تصنیف: مولانا ابرار رضا مصباحی۔

واپس آتے ہی آخر الذکر کے مطالعہ کا آغاز کر دیا حاصل مطالعہ آپ کے مطالعہ میں حاضر ہے۔

نام کتاب:. بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی: احوال وآثار
تصنیف: مولانا ابرار رضا مصباحی
سنہ اشاعت: ستمبر 2017ء/ذی الحجہ 1438ھ
صفحات: 282 تعداد: چھ سو (600)
قیمت: Rs.350
ناشر: شاہ عبد العلیم آسی فاونڈیشن
موہنا چوکی، کدوا، کٹیہار، بہار

خانقاہ رشیدیہ جون پور کے بانی اور شہرہ آفاق کتاب "مناظرہ رشیدیہ" کے مصنف قطب الاقطاب محمد رشید عثمانی قدس سرہ ہیں۔ ان کا مزار جون پور ہی میں ہے۔ ان کے والد گرامی حضرت بندگی جمال الحق شیخ مصطفیٰ عثمانی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ ان کا مزار خانقاہ مصطفائیہ چمنی بازار، پورنیہ، بہار میں ہے۔ یہ کتاب ان ہی کی تفصیلی اور تحقیقی سوانح حیات ہے۔ اس موضوع پر یہ پہلی

باضابطہ کتاب ہے ۔
کتاب کی شروعات مولف کی "صدائے دل" سے ہوتی ہے ۔ بعدہ زیب سجادہ مجمع البحرین مفتی محمد عبید الرحمٰن رشیدی کے دعائیہ کلامات ہیں۔مفتی سید شاہ محمود احمد رفاقتی، سجادہ نشیں خانقاہ رفاقتی مظفر پور کا تاثر بھی شامل کتاب ہے۔مفتی محمود احمد رفاقتی لکھتے ہیں ۔
"اگر فقیر نے ان کو (مولف کو) نا دیکھا ہوتا تو سمجھتا کہ کسی سن رسیدہ دیدہ رو عالم نے لکھا ہے۔"
مفتی صاحب کے اس تاثر نے مطالعہ کے سلگتے شوق پر پٹرول کا کام کیا۔اشتیاق اتنا بڑھا کہ یومیہ معمولات ترک کرکے مطالعہ میں مستغرق ہو گیا۔مسلسل دو دن کے مطالعہ کے بعد 12 اگست کی صبح فراغت پائی ۔
کتاب میں پروفیسر جمال نصرت کا تاثر بھی شامل ہے۔انہوں نے مولف کتاب کی کاوشوں کو سراہنے کے ساتھ ڈھیر ساری دعاوں سے نوازا ہے۔۔تقریباً 25 صفحات پر مولف کا مقدمہ ہے۔پورنیہ کے سیاسی ،مذہبی، علمی حالات کا تفصیل سے ذکر ہے ۔ اصل کتاب صفحہ 51 سے ہے۔تسمیہ شریف سے اصل کتاب کی شروعات ہوتی ہے ۔
کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا ابرار رضا مصباحی نے اپنا نام زیر تالیف غالباً از راہ انکساری لکھا ہے۔ورنہ یہ کتاب تالیف نہیں بلکہ مصباحی صاحب کی باضابطہ تصنیف ہے،جو تحقیق کے منہج پر لکھی گئی ہے۔تالیف میں عموماً "حاطب اللیل" کی طرح ہر رطب ویابس کو جمع کردیا جاتا ہے اور بس۔مولف کی اس سے زیادہ کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔مواد اگر خام ہو تو اس کی جواب دہی صاحب ماخذ پر ہوتی ہے،مولف پر نہیں۔جب کہ تحقیق میں دودھ کو پانی سے الگ کرنے کی سی محنت کرنی پڑتی ہے۔مولانا نے اس کتاب میں یہی کام کیا ہے۔مولف موصوف بلکہ محقق گرامی مولانا ابرار نے جگہ جگہ تحقیق کے ایسے جوہر بکھیرے ہیں کہ یہ انہی کا حصہ ہے ۔ مختلف روایات کی تلاش ،ان کے درمیان تطبیق، تطبیق ممکن نا ہو تو ترجیح و تردید یہ سب تحقیق کا حصہ ہیں۔مصباحی صاحب نے کتاب میں ان سب سے کام لیا ہے ۔
تحقیق کی چند جھلکیاں یہ ہیں:
(1) محمد اسحاق بھٹی نے "فقہائے ہند" میں شیخ مصطفےٰ عثمانی کا لقب "شیخ رومی عثمانی" بتایا ہے ۔ مصباحی صاحب نے اپنی کتاب کی شروعات ہی محمد اسحاق بھٹی پر تعاقب سے کیا ہے۔اور واضح کیا ہے کہ شیخ مصطفی عثمانی کا لقب "جمال الحق" اور "حضرت بندگی" تھا۔البتہ آپ کے مورث اعلی مخدوم یخشی رومی "شیخ رومی" اور "مخدوم رومی" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے ۔
(2) مولانا عبد المجتبیٰ رضوی نے "تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ" میں بانی خانقاہ رشیدیہ شیخ محمد رشید عثمانی اور شیخ یٰسین جھونسوی کو حضرت جمال الاولیا کوڑوی کے خلفا میں شمار کیا ہے ۔ مگر مصباحی صاحب نے سمات الاخیار، گنج رشیدی وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ دونوں بزرگوں کی جمال الاولیا سے شاگردی تو ثابت ہے، پر خلافت نہیں ۔
(3) ایک معرکۃ الآرا بحث حضرت بندگی شیخ مصطفےٰ عثمانی کے سنہ وصال پر چھڑ گئی ہے ۔
نزہۃ الخواطر میں سن وصال 1076ھ مذکور ہے ۔
فقہائے ھند میں بھی 1076ھ مذکور ہے ۔
میر سید غلام علی آزاد بلگرامی نے "ماثر الکرام" کے حاشیہ پر 1022ھ لکھا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے نزہۃ الخواطر کا حوالہ دیا ہے،جب کہ اس میں 1076ھ مذکور ہے ۔
اور سمات الاخیار میں ہے کہ آپ کے وصال کا سن تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں مل سکا ۔
ان سارے اقوال کو ذکر کرنے کے بعد مصباحی صاحب متعدّد شواہد لاتے ہیں، پھر لکھتے ہیں:
"اس طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت کا وصال مناقب العارفین کی تصنیف سے قبل اور شیخ محمد رشید کے عقد کے بعد یعنی 1032ھ اور 1040ھ کے درمیان ہوا ہے۔بعض قرائن کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا وصال 1038ھ میں ہو ہے۔
(4) حضرت شیخ مصطفےٰ عثمانی کے مورث اعلی میں ایک مخدوم شیخ یخشی رومی آتے ہیں۔ان کا نام سمات الاخیار میں "یخشی" (ابتدا بہ یائے حطی) لکھا ہے ۔ گنج ارشدی میں "بخشی" (ابتدا بہ بائے ابجد) ہے۔بحر ذخار میں بھی بائے ابجد کے ساتھ بخشی ہے ۔
ان سب روایات کے بعد مصنف کتاب ہذا لکھتے ہیں:
"اس طرح مخدوم رومی کے نام نامی میں مختلف روایتیں ہیں، لیکن اصل نام یخشی (بالیا) ہے جو کتابت کی غلطی سے "یخشی" سے "بخشی" ہو گیا ہے۔"

(باقی ص:55 پر)

مدینے والے!

غموں کا ہنستا ہے مہر سر پر مدینے والے
عطا ہو ہم کو کرم کی چادر مدینے والے

جو آگیا ہے وہ روشنی میں نہا گیا ہے
تمھارا در ہے مہ منور مدینے والے

عطا ہو کشتی نگاہ لطف و کرم کی ہم کو
ہیں راستے میں کئی سمندر مدینے والے

تمہیں جو چاہو تو دل ہو ہلکا، سکون پاؤں
نہ جانے کیسا ہے بوجھ دل پر مدینے والے

حروف و الفاظ کے اثاثے سے بھر کے دامن
بنالے اپنا مجھے ثناگر مدینے والے

تری گلی کے مہکتے لمحے مجھے بلائیں
پیام لائیں ترے کبوتر مدینے والے

یہ آرزو ہے ترے ہی کوچے کے کام آئیں
عطا کیے ہیں جو تونے شہپر مدینے والے

کہیں سلگتی فضائیں مجھ کو نگل نہ جائیں
قریب رکھنا بروز محشر مدینے والے

ہر ایک دل پر ہے نقش تیرا ہی اسم روشن
نثار تجھ پر ہے نور کا گھر مدینے والے

سید محمد نورالحسن نورؔ نوابی عزیزی

پاؤں پتھر پہ اگر ماریں تو چشمہ پھوٹے

ان کے ہونٹوں سے جو قرآن کا لہجہ پھوٹے
زم زم و کوثر و تسنیم کا دھارا پھوٹے

دل میں جب عکسِ رُخِ گنبدِ خضریٰ پھوٹے
تب کہیں جاکے نگاہوں سے اُجالا پھوٹے

وہ جو پیشانیِ اطہر سے پسینہ پھوٹے
اُس کے ہر قطرے سے خوشبو کا دریچہ پھوٹے

عدل و انصاف کا جس وقت سویرا پھوٹے
ظلم و ظلمات کا چوراہے پہ بھانڈا پھوٹے

پیاس اے پیاس یہ اندازِ کرم ہے اُن کا
اُنگلیاں اُن کی جو اُٹھ جائیں تو دریا پھوٹے

اُن کے ہونٹوں پہ جو آجائے تبسم کی لکیر
لے کے انگڑائی ہر اک شاخ پہ غنچہ پھوٹے

گونگے ہوجائیں نہ کیوں اہلِ زباں حیرت سے
بے زبانوں کی زبانوں کی سے جو کلمہ پھوٹے

ایڑیوں میں ہے چھپا معجزۂ ابنِ خلیل
پاؤں پتھر پہ اگر ماریں تو چشمہ پھوٹے

میں نے جب مان لیا اُن کو نصیبہ اپنا
تم کہو کیسے بھلا میرا نصیبہ پھوٹے

میں نے اشکوں سے وہاں دھویا ہے اپنا چہرہ
کیوں نہ چہرے سے مرے رنگِ مدینہ پھوٹے

عشقِ سرکار کی بنیاد پہ ہو جائیں جو ایک
کیسے مہتابؔ پیامی کوئی فتنہ پھوٹے

مہتاب پیامی، مبارک پور

آہ! اہلِ سنت کا افتخار بھی نہ رہا

از: سید صابر حسین شاہ بخاری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ اور ان کے صاحبزادگان کے خلفا و تلامذہ میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک تنظیم، اور ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس پر ان تمام خلفاء و تلامذہ کی علمی، فقہی، ادبی، تدریسی اور تبلیغی خدمات شاہد وناطق ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی خدمات پر مختلف جہتوں میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اگر ایسا کیا جاتا تو اسلاف کی تاب ناک زندگیاں اخلاف کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتیں۔

آہ علم و عرفاں کے آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے جارہے ہیں ابھی جانے والوں کے غم و حزن میں پریشان تھے کہ سدھارتھ نگر یوپی انڈیا سے محبی مخلصی مولانا کلام احمد ازہر القادری صاحب زید مجدہ نے یہ افسوس ناک خبر گوش گزار فرمائی کہ مفتی اعظم ہند علامہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ مولانا صوفی افتخار احمد نوری علیہ الرحمہ بھی رخت سفر باندھ کر کاروانِ آخرت سے جاملے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا صوفی افتخار احمد نوری علیہ الرحمہ کا تصوف کی جانب رجحان زمانۂ طالب علمی ہی سے تھا۔ تصوف کی جانب آپ کا ذوق و شوق دیکھ کر آپ کے پیر و مرشد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما دیا۔ اسی دن سے آپ "صوفی" ایسے مشہور ہوئے کہ "صوفی" آپ کے نام کا جزو ہو کر رہ گیا۔ آخر دم تک پریشان حال لوگ دعا و تعویذ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں، آپ نہایت خندہ پیشانی سے ہر ایک کی بات سماعت فرماتے اور نہ صرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے بلکہ تعویذ بھی عطا فرماتے تھے۔ آپ سیرت و کردار میں اپنے شیخ طریقت کے آئینہ دار تھے۔ آپ ایک عالم باعمل اور بے مثال شیخ طریقت تھے سادگی اور منکسر المزاجی میں اپنی مثال تھے۔ سادات کرام کے ادب و احترام میں آپ مشہور تھے۔ آپ کا ہمیشہ معمول تھا کہ حضر یا سفر میں جب بھی آپ سے کوئی بوڑھا، جوان یا بچہ ملاقات کی سعادت حاصل کرتا تو بوقت رخصت نہایت تپاک سے ملتے اور باقاعدہ معافی بھی مانگتے تھے۔۔ اللہ اللہ ایسی عاجزی و انکساری کم کم دیکھنے میں آتی ہے!. آپ ساری زندگی فکر رضا کے امین اور اپنے پیر و مرشد کے خوشہ چین رہے۔ آپ ہمیشہ اپنے احباب کو ہر قسم کے گستاخوں سے دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ 11 محرم الحرام 1442ھ/31 اگست 2020ء بروز پیر کو نگر جگنوڈیہ الہ آباد میں علامہ صوفی افتخار احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ان کے جانے سے ہمارا علمی و روحانی نقصان ہوا۔ پھر جانے والے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ آج تک پر نہیں ہوا۔ نعم البدل تو درکنار بدل کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ کے مریدین، معتقدین، متوسلین اور لواحقین بلکہ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔

☆☆☆☆☆

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

بنارس میں

جناب حاجی ابرار احمد عزیزی

جنرل اسٹور، پیلی کوٹھی، بنارس

جلال پور میں

(۱) قاری غیاث الدین صاحب

جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر

(۲) حافظ ظہیر احمد صاحب

جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر

"خلیفۂ مجاز بریلی شریف" سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل، مدیر اعلیٰ الحقیقہ۔
ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

قاضی مولانا سید محمد ایوب اشرفی ہمدانی

ایک متنوع شخصیت

از: خالد ایوب مصباحی شیرانی

زندگی کا یہ انجام بیان کرتے ہوئے کلیجہ بیٹھا جا رہا ہے کہ اب ہمارے درمیان ناگور ضلع کی "لاڈنوں" تحصیل کے چیف قاضی "حضرت مولانا سید ایوب اشرفی ہمدانی صاحب" نہیں رہے۔

چند روز قبل اچانک جب یہ خبر ملی کہ قاضی صاحب شدید علیل ہیں اور انھیں لاڈنوں سے بیکانیر شفٹ کیا گیا ہے، تبھی ایک جھٹکا سا لگا اور آج ان کے وصال پر ملال کی جان کاہ خبر نے رہی سہی کسر پوری کر دی جبکہ کورونا کی وجہ سے جنازے میں عمومی شرکت نہ کرنے دینے کی حکومتی بے وفائی نے اس نڈھال کر دینے والے غم پر زندگی بھر کے لیے مہر لگا دی ہے۔ کیا دنیا کی حقیقت یہی ہے کہ عمر بھر کی محبتوں کا فرضی صلہ دینے کے لیے میت کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے ہو کر دو کلمات خیر بھی نہ پڑھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو اس وبا سے نجات بخشے اور ہمیں اپنی آخرت کا شعور دے۔

کون دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہے اور کسے دیر سویر اس دار فانی کو الوداع نہیں کہنا لیکن کچھ ہستیاں وہ ہوتی ہیں جو اپنے نقش چھوڑ جاتی ہیں، قاضی صاحب ایک ایسے ہی مصور اور نقاش تھے، جنھوں نے سماجی، مذہبی اور سیاسی ہر تینوں میدانوں میں اپنے اثرات چھوڑے۔

قاضی صاحب ان لوگوں میں سے تھے، جن سے چھوٹے بڑے، خواندہ ناخواندہ، اہل مذہب، ارباب سیاست اور اہل معاشرت ہر طبقے کے لوگ ملتے، راہ و رسم رکھتے، مشورے اور ہدایات حاصل کرتے اور سب ان سے تاثر لیتے تھے۔ جس طرح قدرت نے انہیں قد کاٹھی کی وجاہتوں سے نوازا تھا، اسی طرح انھیں حسن اخلاق بھی وافر مقدار میں مرحمت ہوا تھا۔

فقیر خالد ایوب مصباحی سے ان کے کوئی سات آٹھ سال مراسم رہے۔ یہ تو یاد نہیں کہ ان سے پہلی ملاقات کہاں اور کیوں کر ہوئی؟ البتہ اتنا یاد ہے کہ انھوں نے ہر ملاقات میں اپنی بزرگی کا احساس دلائے رکھا۔ خاندانی وجاہت کے ساتھ وہ تعلقات نبھانے میں ہمیشہ غالب رہے اور یہ ان کا وہ وصف ہے جس کی ان سے ملنے والے پاگل بھی گواہی دے سکتے ہیں۔

ان کے حکم پر لاڈنوں شہر کے لیے فقیر نے علما/ائمہ کا انتظام کیا۔ مسائل شریعت کے لیے تقریباً ہر دو چند دنوں کے بعد رجوع کر ہی لیتے۔ کچھ تحریری فتاوی بھی لیے۔ ملی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے۔ اپنے علاقے کی اجتماعی قربانیاں فقیر کے حوالے کرتے۔ حساب و کتاب میں شفافیت رکھتے۔ جب سے تحریک علمائے ہند بنی پہلے دن سے شریک سفر رہے اور تنظیمی ڈھانچے کے متعلق ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اپنے حلقہ ارادت میں فقیر کا تعارف کرواتے اور با اثر لوگوں کو وابستہ کرتے۔ اپنے خانگی مسائل میں بھی فقیر سے مشاورت کرتے۔

تقریباً دو سال پہلے سعودی عرب میں ان کے داماد کا انتقال ہو گیا تھا، جس کے بعد وہ اپنی شہزادی کے مستقبل کو لے کر کافی فکر مند رہا کرتے تھے۔ ایک دن فون آیا اور مشاورت کے بعد فرمانے لگے:

میرے پاس کچھ پیسے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے حوالے کر دوں، آپ اپنی صواب دید کے مطابق کسی دیانت دار تاجر کو دے دیں اور وہ تاجر ہمیں ماہ بماہ منافع کا خاص فیصد دیتا رہے تاکہ ہمارا کام چلتا رہے۔ دراصل وہ اپنی شہزادی کے لیے مستقل ذریعہ آمد کا انتظام کرنا چاہتے تھے۔

ان سے آخری گفتگو جو شاید میرے سینے میں راز کی حیثیت رکھتی ہے، بیکانیر ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے کے بعد ہوئی۔ ہوا یوں کہ جب سے ان کی بیماری کی خبر ملی، میں مسلسل رابطے میں تھا اور جس شام انھیں بیکانیر کے "فورٹس ہاسپٹل" میں ایڈمٹ کیا گیا، میں نے انھیں فون لگایا لیکن بات نہ ہو سکی مگر دوسرے دن علی الصباح ان کا فون آیا، آواز میں بھراہٹ اور درد کی کراہ تھی، علیک سلیک کے بعد ان کا پہلا جملہ تھا:

"مفتی صاحب! اب زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں"

چیئرمین تحریک علمائے ہند، جے پور (راجستھان)

میں نے تسلی کے الفاظ کہے اور دل بھرائی کی ناکام کوشش کی۔
کچھ اور باتیں ہوئیں، اس موقع پر انھوں نے پہلی بار دبے لفظوں میں بتایا: "چھوٹا موٹا کورونا ہی ہے"۔

اس کے بعد انھوں نے کہا:

"آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ میرے نام سے وصیت لکھ دیں۔" اتنا سنناتھا کہ میں نے اس بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے پھر تسلی کے الفاظ کہے اور پھر میں نے خود ہی پوچھا:

"جو آپ فرمائیں گے، میں کردوں گا، بتائیں کس بابت؟ قضات کے متعلق؟" انھوں نے "ہاں" میں جواب دیا اور کہا میرے چھوٹے بیٹے مدنی کے نام لکھ دیں۔ اتنی بات بولنے کے بعد وہ کہنے لگے میں آپ کو ریکارڈ کر کے بھیجتا ہوں اور پھر سلام کے ساتھ ہی فون کٹ ہو گیا۔

کچھ دیر بعد انہیں کے فون سے ان کے کسی بھتیجے کا فون آیا اور انھوں نے بتلایا:

قاضی صاحب بہت گھبرائے ہوئے ہیں، مسلسل رو رہے ہیں، ان کے پاس فون رہ گیا تھا اور انھوں نے آپ سے بات کرلی اور پھر اتنا کہنے کے بعد انھوں نے بھی فون کٹ کر دیا۔

اس کے بعد بھی انھی کے فون سے کئی بار ان کے بھتیجے سے باتیں ہوئیں لیکن آٹھ سالہ دوستی کے یہ وہ آخری کلمات ہیں، جو ہمیشہ کانوں میں گونجتے رہیں گے اور جب جب ان کی گونج تیز ہوگی، دل کا سکون اچاٹ ہوئے بنا نہیں رہ سکے گا۔

آج جب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، یکے بعد دیگرے ان کی رفاقتیں، کرم نوازیاں اور ان کے ساتھ بیتے لمحات کی ایک طویل فہرست ہے، جو حاشیہ خیال پر مسلسل دستک دے رہی ہے:

جب ملک میں تین طلاق کا مسئلہ چھڑا اور بہت ساری ملی و مذہبی تنظیمیں سیاسی مصلحتوں کا شکار تھیں، فقیر نے بنا کسی بڑے پلیٹ فارم کے اپنے "ماہنامہ احساس" کے تحت جے پور کے کربلا میدان میں "شریعت بچاؤ کانفرنس" کے نام سے ریاستی سطح کی کانفرنس بلائی، جس کی صدائے بازگشت پورے ملک میں سنی گئی اور ہر جگہ کے دردمندوں کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی جبکہ یاران حسد نے اس ٹھیٹھ شرعی مسئلے میں بھی میر جعفری مزاج سے کام لیا، قاضی صاحب اس موقع پر بذات خود تشریف لائے، اپنے ساتھ کچھ اور علما کو بھی لائے، مجمع کو اپنے تاثرات و خیالات سے مستفید کیا اور کانفرنس سے پہلے اور بعد میں بھی بھرپور حوصلہ افزائی اور دل بھرائی کی۔

یکم فروری ۲۰۱۸ کو ملک کے مستقبل کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے فقیر نے دیار قدس اجمیر شریف میں ہم خیال، درد مند اور حالات کے رحم و کرم سے اوپر اٹھ کر اپنے بل بوتے پر کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھنے والے والے علمائے کرام کی ایک بیٹھک بلائی، جس میں بیشتر تعداد نوجوان یا ادھیڑ عمر علما کی تھی لیکن قاضی صاحب اپنی طبیعت کے مطابق اس گروہ میں بھی اتنے ہی فٹ تھے، جتنے وہ بزرگوں کے درمیان فٹ ہوا کرتے تھے۔ تشریف لائے، مشوروں سے نوازا، آگے کی پلاننگ کا حصہ بنے انجام کار جب وہ میٹنگ تحریک علمائے ہند کی شکل میں تبدیل ہوگئی تو آپ بیکانیر زون کے صدر، نیشنل باڈی کے رکن رکین اور تحریک کے سب سے بزرگ ساتھی ٹھہرے، جس عہدہ رکنیت پر وہ بیکانیر ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے تک مسلسل بنے رہے اور اس پورے دورانیے میں اپنے بڑکپن میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔

تحریک نے گزشتہ دنوں ان کی سرپرستی میں لاڈنوں میں واقع جینیوں کے سب سے بڑے مرکز "جین وشو بھارتی" کے منیوں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے لیے انھوں نے ہی وقت لیا، انھوں نے ہی خطوط طے فرمائے اور انھوں نے ہی ڈیلی گیشن کی اگوائی کی۔ اس وفد نے ملک کے وزیر داخلہ امت شاہ جی کے نام ان جینی رہ نماؤں کو ایک میمورنڈم دیا، جس میں ان جینی مذہبی رہ نماؤں کے واسطے سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ امت شاہ جینی ہیں اور جین مذہب اپنے دعووں کے مطابق اہنسا کا مذہب ہے جبکہ امت شاہ جی کی کوششوں سے "سی اے اے" اور "این آر سی" کے قانون سے بلاواسطہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت نہ صرف یہ کہ شدید متاثر ہو رہی ہے بلکہ اس ملک میں ان کا وجود ہی چیلنج بنتا جارہا ہے، ایسے میں جینی مذہب کے مذہبی رہ نماؤں کو چاہیے کہ اپنے اس فولور کو پابند کریں کہ وہ اپنے متشددانہ نظریات سے باز آئے۔

اس وفد اور میمورنڈم کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ ملک بھر میں یہ میسیج وائرل ہو کہ وزیر داخلہ ہندومت کا فولور نہیں، بلکہ جینی ہے، تاکہ ذات پات اور محض مذہبی جنون میں کسی کی اندھی حمایت کرنے والے احمق ہوش کے ناخن لیں۔

ہم نے اس وفد کے دوران واضح طور پر نوٹ کیا کہ قاضی صاحب نے اپنی زندگی میں دولت بھلے نہ کمائی ہو لیکن الحمدللہ اپنوں اور غیروں کے درمیان یکساں عزت بہت کمائی ہے۔

ہمارے عزیز دوست عبد اللہ جنھوں نے عیسائیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کیا اور پھر اسلام میں آنے کے بعد کئی سال کئی مسلکوں کی ہوا کھاتے رہے، ان کا اپنے اہل حدیث ہونے کے زمانے میں لاڈنوں سے گہرا تعلق رہا، کیوں کہ لاڈنوں جین منیوں کی طرح اس نوپید فتنے کی بھی بڑی پر فتن آماج گاہ ہے۔ اسی دوران ایک روز ان کی ملاقات قاضی صاحب سے ہوئی، قاضی صاحب نے یہ سننے کے بعد کہ انھوں نے اسلام قبول کیا ہے، ان سے غیر معمولی محبت کا اظہار کیا اور انھیں ۵۰۰ روپے کی نذر بھی پیش کی۔ عبداللہ قاضی صاحب کے اس رویے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ آج تک ان کا گن گان کرتے ہیں۔

کچھ وقت پہلے لاڈنوں سے تھوڑے فاصلے پر واقع قصبہ ”نمبی جودھا“ میں پروگرام تھا، فقیر کا عزیز مکرم حضرت مولانا قاری عرفان برکاتی صاحب کے ساتھ حاضر ہونا ہوا۔ بس اسٹینڈ سے لے کر جلسہ گاہ تک اور پھر وہاں سے روانگی تک قاضی صاحب اپنی تمام بزرگانہ شان کے ساتھ یوں خاطر داری کر رہے تھے، جیسے ہم کسی اور کے نہیں بلکہ خود قاضی صاحب کے مہمان ہوں۔

ایک موقع پر ان کے صاحب زادے جے پور آئے ہوئے تھے، قاضی صاحب کی ترغیب پر ملنے کے لیے حاضر ہوئے اور ادھر مجھے تاکید تھی کہ میں کچھ نصیحت کروں۔

جب سے وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہوئے، ”تحریک علمائے ہند“ کی طرف سے دعاؤں اور دعاؤں کی گزارشات کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی سے متاثر ہو کر حضرت مولانا شاہد رضا بیکانیری کے صاحب زادے حضرت مولانا خالد رضا نجمی، جو دونوں باپ بیٹے یورپ میں رہتے ہیں، نے فقیر سے تفصیل لے کر اپنے بھتیجے عبید الرضا کو ملنے کے لیے بھیجا۔ عبید الرضا بیکانیر کے ایک ہاسپٹل میں جاب کرتے ہیں اور ابھی کورونا کے مریضوں اور ڈاکٹرز کے درمیان برج کا کام کرتے ہیں۔ انھوں نے طبیعت میں قدرے خوش گواری دیکھ کر یہ گزارش کی:

حضور! فورٹس بڑا مہنگا ہاسپٹل ہے، آپ یہاں سے میرے ہاسپٹل میں شفٹ ہو جائیں، ان شاء اللہ دیکھ ریکھ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ سن کر مزاحاً فرمانے لگے:

اگر مہنگا ہے تو کیا ہوا، مولانا شاہد صاحب تو کرم فرما ہیں۔ عبید الرضا نے ۵۰۰ روپے کی نذر بھی پیش کی اور جانے لگے تو قاضی صاحب نے انھیں جاتے ہوئے وصیت کی: بیٹا! میرے کفن دفن کا اسلامی اصولوں کے مطابق اہتمام کروادینا۔

انتقال کی شب دیر رات فون کرکے یہ وصیت مولانا خالد رضا نے فقیر کو بتائی اور فقیر نے قاضی صاحب کے اہل خانہ تک پہنچانے کی کوشش کی۔

دوران علاج چار مقامی علما پر مشتمل تحریک علمائے ہند اور تنظیم الائمہ بیکانیر کے ایک وفد نے ہاسپٹل میں تیار داری بھی کی جس میں حضرت حافظ منیر صاحب، حضرت مولانا جاوید نظامی صاحب، حضرت مولانا ممتاز نعیمی صاحب اور حضرت مولانا اسماعیل امجدی صاحب شریک تھے۔

کل رات بیکانیر کے دار العلوم سلیمانیہ رحمانیہ کے منتہی درجات کے متعلم مولانا حسین رضا گھڑسانہ نے یہ میسج کیا:

پرسوں حضرت کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کا موقع ملا تھا، اس وقت آپ اپنے بستر علالت پر تشریف فرما تھے۔ اسی ہاسپٹل میں میرے ماموں بھی تھے تو میں ان سے ملنے جایا کرتا تھا۔ ماموں کے ساتھ دامولائی کے ایک حافظ صابر صاحب تھے۔ ان کو قاضی صاحب نے بلا کر کہا: قرآن کی کوئی سورت سناؤ! تاکہ روح کو کچھ آرام ملے تو انھوں نے سورہ ملک سنائی اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر بلایا اور کہا: حافظ صاحب! سورہ یاسین سنادو تو انھوں نے سورہ یاسین شریف سنائی تو چہرے پر کچھ رونق سی نظر آنے لگی اور پھر اسی دوران سو گئے۔ ماشاء اللہ قرآن سے کافی محبت کرنے والے تھے۔ اللہ اپنے خاص فضل کا حصہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ (مولانا حسین، گھڑسانہ)

قاضی صاحب قبلہ کے یہ وہ اوصاف و الطاف ہیں، جو کسی ایک خالد ایوب کے ساتھ خاص نہیں، ان سے ملنے جلنے والے لگ بھگ ہر شخص کا اسی سے ملتا جلتا تاثر سننے کو ملے گا۔ کیوں کہ یہ اخلاق و مروت ان کے ہاں کوئی رسم نہ تھے، جو چہرے دیکھ کر برتے جاتے بلکہ ان کی طبیعت کا حصہ تھے۔

ملی مسائل کے تعلق سے کوئی بیٹھک ہوتی، ہر جگہ اپنی نمائندگی درج کرواتے اور معنی خیز تاثرات یا مشوروں سے نوازتے۔ جو تعلقات میں آجاتا، اس سے خوش خلقی کے ساتھ پوری وفاداری برتتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جانے والے میں بڑی خوبیاں تھیں، اللہ رب العزت ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور انھیں حضور نبی اکرم ﷺ کے جوار قدس میں جگہ دے۔ آمین۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد انیس کا وصال پر ملال

از: مبارک حسین مصباحی

جوان فاضلِ دین حضرت مولانا محمد انیس استاذ جامعہ اہلِ سنت نور العلوم عتیقیہ، مہراج گنج ترائی بازار، بلرامپور (یوپی) ۹/ اگست ۲۰۲۰ء/ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ میں انتقال ہوگیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون ۔ موصوف باصلاحیت اور درسیات میں بڑی حد تک کمال رکھتے تھے، محنتی اور جفاکش تھے، پابندی سے پڑھاتے تھے، احباب اور تلامذہ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ وہ علمائے اہلِ سنت سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ وضع قطع اور رہن سہن میں اپنے اصول کے پکے تھے۔ غریبوں اور بے سہارا افراد کی مدد کرنا آپ کے مزاج میں داخل تھا۔ تقویٰ شعار، نیک سیرت اور نمازوں کے سخت پابند تھے۔ شریعت کے عامل اور طریقت کے ادب شناس تھے، آپ اپنے اردگرد حضرات سے بڑے سلیقے سے ملتے تھے اپنے اصاغر سے بھی جھک کر ملنا پسند فرماتے تھے۔ یقیناً حضرت مولانا محمد انیس علیہ الرحمہ جوانی میں ہی فضل و کمال اور علم و ادب کے حامل تھے۔

آپ کے ادارے کے ذمہ دار استاذ محبِ گرامی حضرت مولانا فیاض احمد برکاتی مصباحی دام ظلہ العالی نے اپنے تعزیت نامے میں تحریر فرمایا ہے:

"مرحوم کی دو روز قبل کچھ طبیعت ناساز ہوئی تھی، کل شام ضلع میموریل اسپتال بلرام پور سے گونڈہ ریفر کیا گیا اور گونڈہ سے لکھنؤ لے جاتے وقت راستے میں ہی اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ مرحوم صوم وصلاۃ کے پابند اور نہایت خلیق و ملنسار تھے۔"

ان کے وصال کے بعد متعدد مقامات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر ان کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں وہ ان کے صغائر و کبائر معاف فرمائے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، جنت المعلیٰ میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆☆☆

(ص:48 کا بقیہ)....یہاں میں مصباحی صاحب کی توجہ اس طرف دلانا چاہوں گا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یخشی کی وجہ ترجیح کتاب میں مزکور ہوتی۔ کتابت کی غلطی کا احتمال یخشی اور بخشی دونوں میں ہے۔ اس لیے یخشی کو چن لینے پر وجہ مذکور ہونا چاہیے تھا۔

(5) شیخ مصطفےٰ عثمانی قدس سرہ بعد فراغت سکلائی سے ترک وطن کر کے سیدھے جون پور پہونچے یا پھر درمیان میں امیٹھی میں بھی کچھ عرصہ رہے۔ فقہائے ہند میں محمد اسحاق بھٹی نے سکلائی سے امیٹھی پھر امیٹھی سے جون پور جانے کا ذکر کیا ہے۔ مگر مصباحی صاحب امیٹھی جانے کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک شیخ مصطفےٰ عثمانی سکلائی سے جون پور پہونچے پھر وہاں سے پورنیہ تشریف لائے۔

مولانا مصباحی نے کن شواہد کی بنا پر محمد اسحاق بھٹی کی روایت کو رد کیا ہے یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ غرض کہ یہاں بھی تحقیق تشنہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

(6) صفحہ 82 کے آخر میں ایک جگہ کتابت کی غلطی بھی محسوس ہوئی۔ عبارت یہ ہے: "شیخ قیام الدین نے بندگی شیخ نظام الدین کو جو تحریر خلافت واجازت عطا کی ہے۔"

میرے خیال میں یہاں شیخ نظام الدین کی جگہ شیخ مصطفےٰ عثمانی کا نام ہونا چاہئے۔ انھی کی خلافت کا ذکر چل رہا ہے اور آگے جو تحریر خلافت کتاب میں پیش کی گئی ہے، اس میں بھی جمال الحق شیخ مصطفےٰ عثمانی قدس سرہ کا ہی نام مذکور ہے۔

(7) صفحہ 28 کے آخر میں پورنیہ ضلع کی چوحدی بیان کی گئی ہے اس میں بھاگل پور کو پورنیہ سے مغرب درشایا ہے۔ جب کہ تقسیم پورنیہ سے قبل یا بعد کسی وقت بھی کسی طرح بھاگل پور پورنیہ سے مغرب نہیں آتا۔

غرض کہ من جملہ یہ کتاب حضرت بندگی جمال الحق شیخ مصطفےٰ عثمانی قدس سرہ کی حالات زندگی اور خانقاہ مصطفائیہ چمنی بازار کی تاریخ پر خصوصاً اور خانقاہ رشدیہ وسلسلہ رشدیہ پر عموماً ایک علمی دستاویز ہے، ساتھ ہی مولانا ابرار رضا مصباحی زید مجدہ کی تحقیقی صلاحیتوں کا زندہ شاہکار۔ تحقیق کا جام کتنا جگر سوز ہوتا ہے یہ وہی جانتا ہے جو اس سے گزرتا ہے۔ اللہ تعالی مولانا ابرار کی اس کاوش کو قبول فرمائے ان کی عمر میں برکتیں، علم میں کشادگی، شوق میں جنون، حوصلہ میں بلندی اور اخلاق میں پختگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ☆☆

خیر و خبر

جامعہ اشرفیہ میں مفتی محمد معراج القادری کا فاتحہ چہلم اور محبوب العلماء کا تذکرہ

یکم صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۲۰۲۰ء، شنبہ۔

آج جامعہ اشرفیہ کے سابق استاذ و مفتی حضرت مولانا مفتی محمد معراج القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فاتحہ چہلم ہے، ان کے وصال کا وقت صبح آٹھ بج کر چالیس منٹ ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں انھوں نے ایک طویل عرصہ گزارا ہے، اللہ ان کی دینی و علمی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کی زلات و خطایا کو معاف فرمائے۔

ان خیالات کا اظہار جامعہ اشرفیہ کے صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ العالی نے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے منعقدہ مجلس ایصال ثواب میں فرمایا، اسی مجلس میں انھوں نے محبوب العلماء والمشائخ حضرت الحاج محبوب مینا المعروف بابا کا بھی ذکر خیر فرمایا اور علما و مشائخ سے ان کا ربط و تعلق اور تعلیمی و تعمیری خدمات کی تفصیل بیان فرمائی۔ اخیر میں حضرت قاری محمد رضا قادری مصباحی نے قل شریف کی تلاوت کی اور صدر اجلاس مفتی محمد نظام الدین رضوی کی دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ چوں کہ دار العلوم بند ہے اس لیے اساتذہ میں چند لوگ حاضر تھے، ان میں مولانا اختر حسین فیضی، مولانا دستگیر عالم مصباحی، مولانا رفیع القدر مصباحی، مفتی محمد ناصر حسین مصباحی، مولانا محمد ہارون مصباحی، مولانا مشرف حسین اور راقم توفیق احسن برکاتی قابل ذکر ہیں۔

از: توفیق احسن برکاتی، استاذ جامعہ اشرفیہ

”ذکر حضور مفتی اعظم“

حضور مفتی اعظم کی تقویٰ شعار زندگی و فقہی خدمات پر علامہ قمر الزماں اعظمی کی تحریر

عرسِ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ پر نوری مشن مالیگاؤں نے مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ) کے خطاب کا تحریری مرقع ”ذکرِ حضور مفتی اعظم ہند“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ مفکرِ اسلام نے اپنے خطاب میں حضور مفتی اعظم کے تقویٰ، تدبر، فقہی بصیرت، داعیانہ کردار اور مثالی حیات کی کئی جھلکیاں اُجاگر کی ہیں اور نیابتِ امام اعظم کے رُخ سے بھی مفتی اعظم کی فقہی شان بیان کی ہے۔ آپ نے دلائل و مشاہدات کی روشنی میں اسلامی قوانین کے تحفظ میں مفتی اعظم کے نمایاں کردار کے ضمن میں یہ بات کہی ہے کہ ”بریلی تنہا وہ مقام ہے جہاں سے فقہ کی آبرو رکھی جاتی ہے۔ اصولِ فقہ کی آبرو رکھی جاتی ہے۔“ خطاب کو تحریری شکل میں مفتی محمد اشرف رضا قادری (ممبئی) نے ترتیب دیا ہے اور نوری مشن سے خوب صورت انداز میں اشاعت عمل میں آئی۔ یہ کتاب مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد (مالیگاؤں) سے بلا قیمت حاصل کریں۔

از: غلام مصطفیٰ نوری، مالیگاؤں

انجمن ضیاے رضا راے پور میں عرس مفتی اعظم ہند

مؤرخہ 14 محرم الحرام 1441ھ الحاج ثاقب رضوی کے دولت کدہ میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کی یاد میں ایک پر نور محفل کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی سرپرستی شہزادۂ امین شریعت حضرت مولانا سلمان رضا خاں مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ امین شریعت بریلی شریف و صدارت حضرت مولانا اشرف رضا قادری قیادت حضرت مولانا سید ہاشم خطیب و امام مدینہ مسجد رائے پور اور نظامت حضرت قاری انور رضا نے کی۔ محفل کا آغاز حضرت حافظ و قاری عبد اللہ رضوی نائب امام جامع مسجد راے پور کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، شہر کے معزز نعت خواں حضرات نے نعت و منقبت کی سوغات پیش کی، بعد ادیب شہیر حضرت مولانا محمد اشرف رضا قادری نے مختصر مگر جامع طور پر حضور مفتی اعظم ہند کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی نیز حضور مفتی اعظم ہند کی زندگی پر پُر مغز گفتگو سے عوام کو بے داری بخشی۔ حضرت مولانا سید ہاشم نے حضور مفتی اعظم ہند کی تقوی شعار زندگی پر گفتگو کی۔ محفل کا اختتام حضرت الشاہ مفتی محمد سلمان رضا خاں دام ظلہ کی آن لائن دعا کے ذریعہ سے ہوا۔

محفل میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، اہل محفل خانوادۂ رضا بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند کے روحانی فیوض و برکات سے مشرف ہو کر اور لنگر کھا کر رخصت ہوئے۔

از: اراکین انجمن ضیائے رضا، راے پور چھتیس گڑھ